مواعظِ اختر نمبر ۷۷

اللہ

صبر

توکل

ذکر

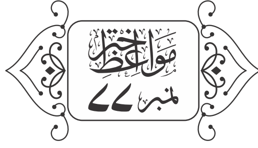
تلاوت

تہجد

راہِ سلوک کی منزلیں اور ادب کا مقام

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارۂ تالیفاتِ اختریہ
hazratmeersahib.com



راہِ سلوک کی منزلیں اور ادب کا مقام

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
اِدارۂ تالیفاتِ اختریہ
بی ۳۸، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی
www.hazratmeersahib.com

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے نازوں کے

بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

یہ انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنی جملہ تصانیف پر تحریر فرمایا کرتے تھے۔

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: راہِ سلوک کی منزلیں اور ادب کا مقام

نامِ واعظ: محبی و محبوبی مرشدی و مولائی سراج المِلّت والدّین شیخ العرب والعجم عارف باللہ قطب زماں مجدد دوراں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخِ وعظ: ۲۴ جمادی الثانی ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۱ جنوری ۱۹۹۱ء بروز جمعہ اور یکم فروری، ۸ فروری، ۱۵ فروری ۱۹۹۱ء

مقام: مسجدِ اشرف، گلشن اقبال، کراچی

موضوع: راہِ سلوک کے پانچ اصول، حصولِ تقویٰ میں ادب کی اہمیت

مرتب: حضرت اقدس سید عشرت جمیل میر صاحب دامت برکاتہم
خادمِ خاص و خلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اشاعتِ اوّل: ۱۲ محرم ۱۴۳۶ھ مطابق ۵ نومبر ۲۰۱۴ء

ناشر: ادارۂ تالیفاتِ اختریہ
بی ۳۸، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی



فہرست

عنوانات | صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

راہِ سلوک کی منزلیں اور ادب کا مقام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ○ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ○ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ

وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ○ (سورۃ المزمل: آیات ۸ تا ۱۰)

وَ قَالَ تَعَالٰى اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ط (سورۃ الحجرات: آیۃ ۳)

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اللہ تک پہنچنے کے یعنی راہِ سلوک کے چند اصول ارشاد فرمائے ہیں، جیسے کوئی بیٹا اپنے باپ سے ملنا چاہتا ہے تو باپ اور بیٹے کے ملنے میں کچھ روڑے، کچھ رکاوٹیں، کچھ موانع ہوں تو شفیق اور مہربان باپ کی شفقت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس رکاوٹ اور مانع کو ہٹادے۔ ایسے ہی جو چیزیں اللہ تک پہنچنے میں رکاوٹ تھیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی شفقت اور رحمت سے ان موانع سے بچنے کے طریقے ان آیات میں ارشاد فرمائے ہیں۔

نمبر ۱۔ جو لوگ اللہ والا بننا چاہتے ہیں ان کو ایک مشکل یہ پیش آتی ہے کہ مصروفیت بہت ہے، کہتے ہیں بڑا Busy ہوں اور بزنس مین بھی ہوں، یا میرے دل میں بہت سے افکار اور وساوس بھرے رہتے ہیں، بہت سی مشغولیات کی وجہ سے اللہ والوں سے ملنے کی، اللہ اللہ کرنے کی اور اللہ کی محبت سیکھنے کی مجھے تو فرصت ہی نہیں ہے۔

موت کا دھیان لازم ہے کہ ہر آن رہے

ایک صاحب نے ایک تاجر کو فون کیا کہ آپ نماز پابندی سے پڑھا کیجیے، تو انہوں نے جواب دیا کہ مولانا صاحب! میں اتنا مشغول ہوں، نماز کے لئے کیسے وقت نکالوں گا؟ مجھے تو مرنے کی بھی فرصت نہیں ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ سیٹھ صاحب! آپ کے پاس جب موت کا فرشتہ آئے گا تو کیا پوچھے گا کہ سیٹھ جی! فرصت ہے یا نہیں؟ روح نکالوں یا نہیں؟ یا کسی اور وقت آؤں؟ کیا عزرائیل علیہ السلام پوچھیں گے کہ اگر آپ مصروف ہیں تو مجھے ٹائم بتا دیں کب آپ کو فرصت ہوگی؟ یا فوراً ٹیٹوے پر انگوٹھا رکھ دیں گے اور روح نکل جائے گی۔ بہت سے لوگ اللہ کا ذکر شروع کرنا چاہتے ہیں لیکن شیطان اور نفس کی پٹی میں آ کر کہتے ہیں کہ فلاں کام سے فراغت پا جاؤں تو میں اللہ کا ذکر شروع کروں، ابھی تو میں فارغ نہیں ہوں، بیٹیوں کی شادی کرنی ہے، ابھی مکان کی چھت پڑنی ہے، ابھی ایک دکان اور کھولنی ہے۔ ان پریشانیوں اور افکار میں جب آدمی ہوتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ افکار اور پریشانیوں میں اللہ کو یاد کرنے کا کوئی فائدہ نہیں، یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے اور شیطان کا بہت بڑا ہتھکنڈا ہے کہ وہ ہمیں وسوسوں کی حالت میں، پریشانی کی حالت میں یہ پٹی پڑھاتا ہے کہ اس پریشانی میں اللہ کا نام لینا بیکار ہے، جب سکون مل جائے گا تو یکسوئی سے، دلجمعی سے، سارے جہان سے کٹ کر بس اللہ کو یاد کریں گے، اللہ تعالیٰ نے اس کا حل پہلی ہی آیت میں بیان فرما دیا۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۔ یہاں بظاہر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے لیکن حقیقت میں ساری امت مخاطب ہے، سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو یہ مقام پہلے ہی حاصل تھا۔ کیا مطلب؟ اے ایمان والو! اللہ کا ذکر شروع کر دو، پریشانی کے حل کا، وسوسوں کے دور ہونے کا انتظار مت کرو، اپنے رب کا نام

لینا شروع کردو، پھر جب آفتاب نکلے گا تو تمہارے قلب کے سب اندھیرے خود بخود بھاگ جائیں گے۔

اللہ نے رب کا نام لینے کا حکم کیوں دیا؟

یہاں اس آیت کے اندر دو باتوں کا حکم دیا گیا ہے۔نمبر ۱: حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہاں وَاذْکُرِ اسْمَ اللّٰہِ نہیں فرمایا، اسمِ رب کا ذکر کرنے کا حکم دیا کہ اپنے پالنے والے کا نام لو، یہی دلیل ہے کہ اللہ کا نام محبت سے لینا چاہیے۔اللہ نے پالنے کا واسطہ کیوں دیا؟ جیسے ماں باپ کہتے ہیں کہ میرے نالائق بیٹے! میری محبت کیوں نہیں کرتا، میں نے تو تجھے بچپن میں پالا ہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی شانِ ربوبیت اور صفتِ رب کو استعمال کر کے اپنے نام لینے کا حکم دیا کہ ہمارا نام ایسے نہ لینا بلکہ اس طرح سے نام لو کہ ہم تمہارے کیا لگتے ہیں؟ میرا تمہارا کیا رشتہ ہے؟ میں تمہارا پالنے والا ہوں، زمین و آسمان، سورج و چاند، ساری دنیا کو میں نے تمہاری پرورش میں لگا رکھا ہے۔آفتاب کی شعاعوں سے بادل اٹھ رہے ہیں، چاند سمندر کی لہروں کو کنٹرول کر رہا ہے، آکسیجن سے ہم زندہ ہیں۔اگر میں سورج نہ پیدا کرتا تو مارکیٹ میں غلہ نہ ہوتا، گندم نہ ہو تو تم لاکھ نوٹوں کی گڈیاں کما کما کر جمع کرو، دیکھیں کیا تم نوٹ کی گڈیاں چبا کر زندہ رہ سکتے ہو؟

تو فرمایا کہ میرا نام لینا شروع کردو، دیر مت کرو ورنہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ نازل کرتے کہ جب بیٹی کی شادی کر لینا، مکان کی چھت پڑ جائے، تمہارا کاروبار صحیح ہو جائے، جب ساری پریشانیوں اور افکار سے نجات مل جائے تب تم میرا نام لینا نہیں۔دل کو مخلوق سے الگ کر کے میری یاد میں مشغول ہو جاؤ، مخلوق میں رہیے، بال بچے بھی ہوں، کاروبار بھی ہو لیکن دل میں یار ہو۔

تبتّل اور رہبانیت کا فرق

دوسرا حکم ہے: وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۔ اس حکم کو اللہ تعالیٰ نے درجہ ثانوی میں رکھا کہ تم ساری مخلوق سے اپنے دل کو کاٹ کر میری طرف متوجہ ہوجاؤ۔ جتنی محبت تمہیں اپنے کاروبار سے، بال بچوں سے، بیوی سے، دوستوں سے ہے، اس محبت پر، سارے دنیاوی تعلقات پر میری محبت کو میرے تعلق کو غالب کرلو، اسی کا نام تبتّل ہے۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض جاہل فقیروں اور جاہل صوفیوں نے اس آیت سے کہ ساری مخلوق سے کٹ کر اللہ سے جُڑ جاؤ، اس پر رہبانیت کا جو استدلال کیا ہے یعنی بال بچوں کو چھوڑ دو، کاروبار کو چھوڑ دو، جنگل میں جا کر بیٹھ جاؤ، فرماتے ہیں ان لوگوں نے اس آیت کی تفسیر نہیں سمجھی ورنہ اگر یہ بات ہوتی تو سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو اس حکم کے پہلے مخاطب ہیں، وہ بال بچوں کو چھوڑ کر جنگل میں چلے جاتے۔ سنت کا راستہ جو شخص چھوڑے گا یہ خدا تک نہیں پہنچ سکتا البتہ شیطان تک ضرور پہنچ جائے گا۔

تو اس آیت کے اندر دو مضمون ہیں؛ نمبر ایک: میرا نام لینا شروع کردو اور نمبر ۲: دنیا کے جتنے جائز تعلقات ہیں، جتنا تمہیں نعمتوں سے تعلق ہے، روٹی سے بوٹی سے لنگوٹی سے، مکان سے، بال بچوں سے، سارے تعلقات پر میری محبت کو غالب کرلو، جنگل میں بھاگ جانا مراد نہیں ہے۔ اگر یہ تفاسیر نہ ہوتیں تو لوگ اپنے بال بچوں سے کٹ کر جنگل میں سادھو بن جاتے، شیطان بن جاتے، خدا تک نہ پہنچتے۔ یہی تصوف کا حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو محبت ہے وہ تمام محبتوں پر غالب ہوجائے یہاں تک کہ اپنے نفس اور جان پر بھی غالب ہوجائے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ہمارے نبی جو فرمان عالیشان دے دیں اس کو سر آنکھوں پر رکھ لو، اس کو رسول کا حکم مت سمجھنا میرا حکم سمجھنا اور وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا اور میرا رسول جس بات سے منع کردے اس سے

رک جاؤ، سمجھ لو وہ منع کرنا میرا منع کرنا ہے۔

داڑھی کی اہمیت

اب نبی ﷺ کا فرمان بخاری شریف میں ہے:

((وَفِّرُوا اللِّحٰی وَاَحْفُوا الشَّوَارِبَ)(اِنْهَكُوا الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوا اللُّحٰی))

(صحیح البخاری: (قدیمی)، کتاب اللباس، ج ۲ ص ۸۷۵)

داڑھیوں کو بڑھاؤ مونچھوں کو کٹواؤ۔ تو معلوم ہوا اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ میرے بندوں کے چہروں پر داڑھی ہو، نبی کا فرمان اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوا یا نہیں؟ نفس کہتا ہے کہ نہیں صاحب داڑھی رکھ لیں گے تو عجیب سا معلوم ہو گا، میں واللہ کہتا ہوں جنھوں نے داڑھی رکھ لی ان سے پوچھو، وہ پیارے معلوم ہوتے ہیں یا نہیں؟ ان کو مبارک بادیاں ملی یا نہیں؟

سنا چکا ہوں شیر محمد خان ملتان والے آئے تھے، ملتان کے بڑے معززین میں سے ہیں، حتیٰ کہ ایک دفعہ میں بستر ریل میں بھول کر ملتان اتر گیا، شیر محمد صاحب میرے استقبال کے لئے ملتان اسٹیشن پر آئے ہوئے تھے، میں نے ان سے کہا کہ میرا بستر، رضائی، گدّا سب لاہور چلا گیا، تو ان کے اتنے تعلقات تھے کہ انہوں نے ریلوے ایس پی سے ملاقات کی اور فوراً لاہور ٹیلی فون کرایا اور دوسری ریل سے میرا بستر منگوالیا۔ تو اتنے معزز آدمی ہیں، میرا ان سے محبت کا تعلق ہے، ماشاء اللہ بڑے قدآور ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو جسامت بھی بہت زبردست دی ہے لیکن ان کو داڑھی رکھنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ بزرگوں کے پاس بیٹھتے تھے اور اللہ والوں کے پاس اُٹھنا بیٹھنا رنگ لاتا ہے، دیر سویر ہو جائے مگر رنگ لاتا ہے، آج نہ سہی کل سہی رنگ ضرور لائے گا۔ اللہ والوں کی صحبت میں جانا دلیل ہے کہ اس کے دل میں اللہ اور حضور ﷺ کی محبت ہے اور ایک دن یہ ضرور رنگ لائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت والا دامت برکاتہم کا تازیانۂ محبت

چنانچہ شیر محمد صاحب نے ہمیشہ بزرگوں کے پاس آنا جانا رکھا تھا، ملتان میں بھی مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ تھے، ان کی صحبت میں جایا کرتے تھے۔ کہنے لگے میں عمرہ کرنے جا رہا ہوں، آپ دعا کیجیے گا۔ میں نے ان سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ایران کے دو سفیر آئے:

((فَکَرِہَ ﷺ النَّظَرَ اِلَیْہِمَا ثُمَّ قَالَ لَھُمَا وَیْلَکُمَا مَنْ اَمَرَکُمَا بِھٰذَا قَالَا اَمَرَنَا رَبُّنَا کِسْرٰی فَقَالَ ﷺ وَلٰکِنْ اَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِاِعْفَاءِ لِحْیَتِیْ وَقَصِّ شَارِبِیْ))

(سیرۃ الحلبیۃ: ذکر کتابہ ﷺ الٰی کسرٰی ملک فارس، ج ۳ ص ۳۴۶)

جن کے داڑھی بالکل نہیں تھی اور مونچھیں بڑی بڑی تھیں، آپ نے ان کا چہرہ دیکھ کر ناراضگی سے پھیر لیا اور فرمایا کہ تم لوگوں نے کس کے حکم پر ایسا کیا؟ انھوں نے کہا کہ ہمارے بادشاہ نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا لیکن میرے رب نے ایسی صورت کو پسند نہیں کیا، اس نے ہمیں داڑھی رکھنے اور مونچھوں کو کٹانے کا حکم دیا ہے۔ تو شیر محمد خان جب تم روضۂ مبارک پر جاؤ گے تو کیا حال ہوگا؟ اور اگر درمیان میں کسی وقت اچانک موت آجائے تو کس حالت میں اٹھائے جاؤ گے؟ قیامت کے دن اگر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ سوال کرلیں کہ اے میرے امتی! اے میری رسالت کو تسلیم کرنے والے! تو نے میری جیسی شکل کیوں نہیں بنائی؟ میری شکل میں تجھے کیا عیب نظر آیا؟ تو ندامت سے گڑ جاؤ گے اور کہو گے کہ کاش دنیا میں ہم دوبارہ چلے جاتے اور داڑھی رکھ لیتے۔ بولو بھئی یہ سوال ہوسکتا ہے یا نہیں؟

تو میں نے شیر محمد خان سے جب کہا کہ اس حالت میں روضۂ مبارک پر جاؤ گے تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روحِ پاک اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قلبِ مبارک

آپ کو دیکھ کر خوش ہوگا یا غمگین ہوگا؟ بس خاموش ہوگئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ یہ جواب عاشقانہ ہے کہ بولے کچھ نہیں مگر آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ میں سمجھ گیا کہ تیر نشانہ پر لگ گیا، کامیابی ہوگئی، مچھلی نے کانٹا نگل لیا، اب کام بن گیا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ بعض اوقات زبان خاموش رہتی ہے مگر آنکھوں سے آنسو بہہ جاتے ہیں، میرا شعر ہے ؎

ہے زباں خاموش اور آنکھوں سے ہے دریا رواں
اللہ اللہ عشق کی یہ بے زبانی دیکھئے

مَردوں کے چہرہ کی زینت داڑھی سے ہے

تو شیر محمد صاحب ماشاء اللہ رو پڑے اور کچھ الفاظ نہیں بولے، بس مصافحہ کرکے چلے گئے لیکن جب عمرہ کرکے واپس آئے تو پوری داڑھی تھی اور واقعی شیر معلوم ہورہے تھے اور ان کا استقبال کرنے ملتان کے بڑے بڑے لوگ ایئرپورٹ پہنچے اور ان سے دعاؤں کی درخواست کی اور بڑی عزت کی اور کہا کہ شیر محمد تم بڑے اچھے معلوم ہورہے ہو، اللہ تعالیٰ نے مَردوں کو داڑھی سے زینت بخشی ہے:

((مَلَآئِكَةُ السَّمَآءِ يَقُوْلُوْنَ سُبْحَانَ اللهِ الَّذِيْ زَيَّنَ الرِّجَالَ بِاللُّحٰى وَالنِّسَآءَ بِالذَّوَائِبِ))

(الفردوس بمأثور الخطاب للدیلمی: ج ۴ ص ۱۵۷)

بتایئے! اگر داڑھی رکھنے سے شکل خراب ہوتی تو کیا اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو خراب شکل میں رکھتا؟ کیا انبیاء علیہم السلام اللہ کے پیارے نہیں ہیں؟ اگر داڑھی رکھنا چہرے کو خراب کردیتا تو خدا کبھی اپنے پیغمبروں کو داڑھی نہ رکھواتا، انسان اپنے پیاروں کو اچھی چیز ہی پیش کرتا ہے، اچھا لباس پہناتا ہے، اچھی شکل میں رکھتا ہے۔ تو انبیاء سے بڑھ کر کوئی پیارا نہیں ہے اور سید الانبیاء

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر بھی کوئی پیارا نہیں ہے، لہٰذا پیغمبروں کا داڑھی رکھنا بھی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کے واسطے یہی شکل پسند فرماتے ہیں۔ اگر رسولِ خدا، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادیا کہ سکھوں نے گرونانک کی محبت میں داڑھی رکھی اور تم لوگوں نے میری محبت میں داڑھی کیوں نہیں رکھی؟ کسی سکھ کو بھی شرم نہیں آتی بلکہ داڑھی منڈانے کا نام نہیں سن سکتے۔ دوستو! ایک دن ایسا آئے گا کہ ہم قبروں میں لیٹ جائیں گے، یہ گال ہمارے ہاتھوں سے نکل جائیں گے، جیسے کوئی زمیندار کسی غریب کو کھیت دے دے اور کہے کہ پانچ سال کے لئے یہ کھیت تم کو دے دیا، اس میں جو چاہو کاشت کرو تو کسان جلدی جلدی اس میں بیج بوتا ہے اور خوب کماتا ہے، تو اللہ نے کچھ دن کے لئے ہمیں گال عطا فرمایا ہے لہٰذا جلدی جلدی داڑھی کی کھیتی اُگا لو، اللہ اور رسول کو راضی کرلو۔

داڑھی کتنی رکھنا واجب ہے؟

پھر شیر محمد صاحب نے مجھ سے کہا کہ میں سمجھتا تھا کہ داڑھی رکھنے کے بعد میرا مذاق اڑے گا، لوگ مجھے حقیر سمجھیں گے لیکن ملتان کے بڑے بڑے ایس پی، کلکٹر اور ہر شخص نے میرا کھڑے ہو کر استقبال کیا اور کہا کہ واہ واہ! سبحان اللہ! آپ کا چہرہ کیسا اچھا معلوم ہو رہا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں داڑھی رکھ لو مگر پوری نہ رکھنا، تھوڑی تھوڑی رکھ لو تاکہ کچھ مسٹر بھی معلوم ہو اور کچھ مولانا بھی معلوم ہو، دونوں پارٹیاں خوش رہیں اور اپنی بالٹی بھری رہے۔ یاد رکھئے! اس کو دونوں پارٹیوں میں عزت نہیں ملی گی۔ ایک مٹھی داڑھی تینوں طرف سے رکھنا واجب ہے اگر اس سے کم ہوگی تو اس کی شہادت قبول نہیں ہوگی، اس کی امامت جائز نہیں ہوگی، اذان واقامت دینا جائز نہیں ہوگا۔ اب شیطان یہ کہتا ہے کہ بھئی داڑھی تو رکھ لو لیکن چالیس قدم سے جو نظر آجائے کافی ہے، بتایئے یہ کس حدیث میں لکھا ہے؟ یہ نفس کا بنایا ہوا مسئلہ ہے، چار امام کے علاوہ ایک امام

نفس بھی ہے بلکہ یہ سب سے بڑا امام ہے۔نفس اور شیطان کہتے ہیں کہ دیکھو! ایک مٹھی داڑھی مت رکھنا ورنہ لوگ سمجھیں گے کہ یہ بالکل ہاتھ سے نکل گیا، نا قابل واپسی ملّا بن گیا، یہ بہت دور جا پہنچا ہے اس کو ہم واپس نہیں لا سکتے، مدینہ شریف سے اب لندن لے جانا اس کا بہت مشکل ہوگیا ہے، جتنے مسٹر ہیں مایوس ہوجاتے ہیں کہ یہ ملّا بہت مضبوط ہے۔

گھر کی خواتین کو بھی شرعی پردہ سے وعظ سنوائیں

بیوی سب سے پہلے لڑے گی، اس لئے کہتا ہوں کہ اپنی بیویوں کو یہاں لاؤ، خواتین کا بیان سننے کا پردہ سے انتظام موجود ہے۔ایک صاحب جو یہاں بیان سننے آتے تھے، کہنے لگے کہ داڑھی تو رکھنا چاہتا ہوں مگر بیگم کہتی ہے خبردار! میری طرح رہو، تمہارا گال اور میرا گال دونوں مساوی، ایک جیسے ہونے چاہئیں۔تو میں نے کہا کہ اس طرح تم دونوں میں لڑائی ہوگی، پریشانی ہوگی لہٰذا ایسا کرو اپنی بیوی کو بھی بیان میں لاؤ، یہاں خواتین کا انتظام موجود ہے، لاؤڈ اسپیکر بھی لگا ہوا ہے، پردہ کا اور بہت راحت کا انتظام ہے، بیان کے دوران وہاں کسی مرد کا سایہ بھی نہیں پہنچ سکتا۔الحمدللہ، یہ فقیر جعلی پیر نہیں ہے جہاں عورتیں اور مرد مل کر ذکر کر رہے ہیں، قوالیاں ہو رہی ہیں، اور حال بھی آرہا ہے اور حال میں لوٹتے لوٹتے انہی عورتوں پر گر جاتے ہیں، اس کے گواہ یہ صاحب سامنے موجود ہیں۔تو میں نے اُن صاحب سے کہا کہ اگر ہمت نہیں ہے ابھی داڑھی مت رکھو، کچھ دن انتظار کرلو لہٰذا انھوں نے میرے مشورہ کو قبول کرلیا اور اپنی گھر والی کو یہاں لانے لگے۔پھر بیوی کے دل میں ایسا ایمان ویقین آگیا کہ اس نے خود فرمائش کردی کہ میاں تم کیا کر رہے ہو؟ مجھے خوش کرنے کے لئے اللہ اور رسول کو پیچھے کر دیا، کیا بیوی کا یہ درجہ ہے؟

جس حال میں موت آئی اسی حالت میں اٹھایا جائے گا

میں آپ کی محبت میں مجبور ہو کر دل سے کہتا ہوں، واللہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے کسی سے نفرت نہیں ہے، آپ کی نہایت عزت اور اکرام دل میں رکھ کر درد بھرے دل سے ہمدردی سے پیش کرتا ہوں کہ ؂

نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی
تو رہ جائے تکتی کھڑی کی کھڑی

کیا معلوم کب بلاوا آجائے، یہ جو سوچے ہوئے ہو کہ جب بوڑھے ہو جائیں گے، منہ میں دانت نہیں رہیں گے، گال خود ہی پچک جائیں گے اس وقت داڑھی سے اپنے گالوں کا خلا پُر کرلیں گے، تو گالوں کا خلا پُر کرنے کے لئے داڑھی رکھی تو یہ کیسی نیت ہے؟ اللہ کا حکم سمجھ کر ابھی داڑھی کا ارادہ کرلو، نہ جانے اللہ کس وقت بلالے کیونکہ جس حالت میں موت آئے گی قیامت کے دن اسی حالت میں اٹھایا جائے گا:

((یُبۡعَثُ کُلُّ عَبۡدٍ عَلٰی مَا مَاتَ عَلَیۡهِ))

(صحیح المسلم: (قدیمی)، باب الامر بحسن الظن باللہ تعالی عند الموت، ج ۲ ص ۳۸۷)

سید الانبیاء ﷺ فرماتے ہیں ہر شخص مبعوث ہوگا، ہر شخص اٹھایا جائے گا اس عمل میں جس عمل میں مرتے وقت مشغول ہوگا۔ اگر داڑھی منڈی ہوگی تو اسی حالت میں سرورِ دو عالم ﷺ کو منہ دکھانا پڑے گا اور شفاعت کے لئے کہو گے تو اگر فرمایا کہ یہ کیسی شکل بنا کے آئے ہو؟ کیا کہو گے کہ آپ کی شکل تو بہت پسند آرہی تھی لیکن مجھے بیوی نے دبا رکھا تھا۔

نیک خواتین کا مبارک غم

اس لئے آپ کی مدد کے لئے کہتا ہوں کہ اپنی بیویوں کو بھی بیان میں لاؤ، ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے دل میں جب ایمان و یقین بن جائے گا تو آپ سے

خود فرمائش کریں گی چنانچہ اس خاتون نے اپنے شوہر سے کہا کہ آپ داڑھی رکھ لیجیے۔ بعض خواتین نے روتے ہوئے مجھے ٹیلیفون پر کہا کہ آپ دعا کردیجئے کہ میرا شوہر داڑھی رکھ لے، اس ٹیلی فون کو کر کے وہ رونے لگتی ہیں، آہ! کیسی نیک، اللہ والی بندیاں بھی اس دنیا میں ہیں، وہ اس فرمائش کو کر کے رونے لگتی ہیں کہ میرے شوہر کے نیک ہونے کی آپ دعا کریں، بعض ایسی ہیں جو اپنے شوہر کو یہاں لانا چاہتی ہیں مگر وہ ان کو پہنچا کر خود واپس چلے جاتے ہیں، ان کی بھی ٹیلیفون سے درخواستیں آتی ہیں کہ میرا شوہر مجھے بیان سننے کے لئے یہاں پہنچا کر واپس چلا جاتا ہے، خود نہیں بیٹھتا، آپ دعا کریں اللہ تعالیٰ اس کو بھی توفیق عطا فرمائے، کیا غم ہے ان کو، سوچو کیسا پیارا غم ہے۔

اہل اللہ کی صحبت سے گناہ خود بخود چھوٹنے لگتے ہیں

تو اس لئے عرض کرتا ہوں کہ یہ نفس تمام نیک کاموں میں رکاوٹ ڈالتا ہے، نفس کہتا ہے کہ اگر تو نے خانقاہ میں قدم رکھا تو تجھے اللہ والا بننا پڑے گا، پھر وی سی آر کیسے دیکھے گا؟ پھر کیسے سینما دیکھے گا؟ جب تقویٰ آجائے گا، خوف آجائے گا تو گناہ چھوڑنے پڑیں گے اس لئے خانقاہ مت جاؤ۔ میرے شیخ شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے اس کا بہت عمدہ جواب دیا، فرمایا کہ گناہ چھوڑنا نہیں پڑتا، جب دل بن جاتا ہے، خدا سے پہچان نصیب ہوجاتی ہے، دل کی بینائی درست ہوجاتی ہے، اندھا پن دور ہوجاتا ہے، تو گناہ چھوڑنے نہیں پڑتے خود چھوٹ جاتے ہیں۔ شیر کو دیکھتے ہوئے کوئی شخص بغیر خوف کے نہیں رہ سکتا تو جب شیر کا خالق، اس کی بڑائی اور عظمت دل میں آتی ہے تو پھر وہ کیسے بے خوف رہ سکتا ہے؟ اس کی مثال سن لیجیے۔

ایک شخص نے اپنے دفتر میں دس ہزار رشوت لی اور رشوت لے کر گھر

جا رہا ہے، راستے میں اس کا دوست اسکوٹر پر اس کے برابر آیا اور بتایا کہ پولیس تمہارے پیچھے آ رہی ہے، تم نے جو رشوت لی ہے، ان نوٹوں پر دستخط ہیں اور تمہیں پھنسانے کی سازش کی گئی ہے، تمہیں ابھی پولیس گرفتار کرلے گی۔ تو اس نے دیکھا بھی نہیں کہ دستخط ہیں بھی یا نہیں، اِدھر اُدھر دیکھا تو ایک گٹر کا ڈھکن کھلا ہوا نظر آیا، جلدی سے تمام نوٹ گٹر میں پھینک کر ایک دو تین ہو گیا، آگے بڑھ گیا۔ پولیس نے جب روک کر تلاشی لی تو کچھ بھی نہ ملا، تو یہ کہتے ہوئے تھانیدار معذرت کرتا ہے کہ معاف کرنا، ہمیں غلط اطلاع ملی تھی۔ اور یہ دل ہی دل میں خوش ہو رہا ہے اور اس ڈھکن چور کو دعا دے رہا ہے، کہتا ہے کہ یا اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے میری عزت رکھ لی اور اس ڈھکن چرانے والے کو بھی انسان اور نیک بنا دے، اگر یہ ڈھکن نہ کھلا ہوتا تو ڈھکن اٹھاتے اٹھاتے تو پولیس آجاتی۔ تو یہ بتائیے کہ یہ دس ہزار کی نوٹ کی گڈی اسے چھوڑنے پڑی یا خود چھوٹ گئی؟ چھوڑ کر اسے کچھ افسوس ہوا یا خوشی ہوئی؟ جب پولیس کا اتنا ڈر ہے تو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور خوف جب دل میں آجائے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ پھر آپ گناہ چھوڑ کر سجدہ شکر بجالائیں گے کہ یا اللہ آپ کا احسان ہے کہ آپ نے اپنے غضب وقہر اور ناراضگی کے اعمال سے توبہ نصیب فرمائی، آپ شکریہ ادا کریں گے۔

گناہوں سے آلودہ زندگی کی بے چینی

اگر کسی کے جسم میں آٹھ دس کانٹے چبھے ہوئے ہوں، ہر وقت بے چارہ درد سے ہائے ہائے کر رہا ہو، کسی کروٹ اس کو چین نہیں آ رہا ہو کیونکہ ہر طرف کانٹے چبھے ہوئے ہیں۔ کوئی نیک بندہ آئے اور اس کے کانٹے نکال دے تو آپ بتاؤ کہ اس کانٹے کے نکلنے کے بعد وہ اس شخص کا شکریہ ادا کرے گا یا کہے گا کہ وہ کانٹا میرے جسم میں دوبارہ چبھو دو؟ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو اللہ تعالیٰ اپنے نور سے بھر دے، کیسی معرفت کی بات فرمائی، فرماتے ہیں ؎

گر گفتارِ صفاتِ بد شدی
ہم تو دوزخ ہم عذابِ سرمدی

اگرایک گناہ میں، بری عادت میں تم مبتلا ہوتوتمہاری ذات خود دوزخ ہے اورتم عذاب دائمی میں مبتلا ہو یعنی تمہیں دوزخ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے، گنہگار کی ذات خود اس کی دوزخ ہوتی ہے کیونکہ دوزخ کی خاصیت کا قرآن اعلان کرر ہا ہے:

﴿لَا یَمُوۡتُ فِیۡہَا وَ لَا یَحۡیٰی ؕ﴾

(سورۃ طٰہٰ: آیۃ ۷۴)

دوزخ میں نہ موت ملے گی نہ زندگی ملے گی، موت وحیات کے درمیان دوزخی تڑپتا رہے گا، دوزخیوں کی آواز جو نکلے گی وہ گدھوں کی طرح ہوگی: فِیۡہَا زَفِیۡرٌ وَّ شَہِیۡقٌ (سورۃ ھود: آیۃ ۱۰۶) جوگدھے کی آواز ہوتی ہے وہی آواز دوزخ میں چلّانے والوں کی ہوگی۔

عشقِ مجازی عذابِ الٰہی ہے

تو دیکھئے! دوزخ کا جو مزاج ہے کہ نہ موت آئے گی نہ زندگی ملے گی، جو شخص گناہ نہیں چھوڑتا اس کی زندگی بھی ایسی ہی رہتی ہے، موت وحیات کے درمیان میں چین وسکون نہیں پاتا، میرا شعر ہے ؎

ہتھوڑے دل پہ ہیں مغزِ دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشقِ مجازی کے مزے کیا لوٹے

عشقِ مجازی عذابِ الٰہی ہے، اس زمانے میں اسی بیماری کا زیادہ چرچا ہونا چاہیے، جس طرف جاؤ بے پردگی ہے، اچھے خاصے لوگ تسبیح پڑھتے پڑھتے تسبیح جیب میں داخل ہوجاتی ہے اور دیکھنے لگتے ہیں، ان کو نہ رات میں چین ہے نہ دن میں، نیند کے لئے ویلیم فائف سے شروع کرتے ہیں پھر ویلیم ٹین بھی

فیل ہو جاتی ہے، زندگی بیکار ہو جاتی ہے، آخر میں پاگل خانے جانا پڑتا ہے۔ دیکھ لیجیے، پاگل خانے میں اَسّی فیصد وہی لوگ ملیں گے جو رومانٹک دنیا میں، وی سی آر اور ننگی تصویروں میں اور عشقِ مجازی میں پاگل ہو رہے ہیں۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کا بہترین شعر ہے، فرماتے ہیں ؎

اُف کتنا ہے تاریک گنہگار کا عالم
انوار سے معمور ہے ابرار کا عالم

گنہگار کا عالم بہت تاریک، بہت بھیانک ہوتا ہے، ان کی دنیا بے حد تاریک ہے اور نیک بندوں کی دنیا نور سے بھری ہوئی ہے، بادشاہوں کو بھی وہ سکون حاصل نہیں جو اللہ والوں کے دل میں ہے، ایسا سکون سلاطین کو بھی نصیب نہیں ؎

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے اک درد سا اکثر رہتا ہے
اور اہلِ صفا کے سینوں میں اک نور کا دریا بہتا ہے

زنا اور غیبت کی حرمت میں اللہ کی رحمت پوشیدہ ہے

ایک شخص گناہوں سے توبہ نہیں کرتا، وی سی آر دیکھتا ہے، سینما دیکھتا ہے، کسی کی بہو بیٹی کو دیکھتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، غیبت کرتا ہے، کسی کو حقیر سمجھتا ہے یا کسی کے بارے میں بدگمانی بلا دلیل کرتا ہے۔ یاد رکھو اس کو کہ جب تک شرعی دلیل نہ ہو، بدگمانی حرام ہے، کیا شان ہے اللہ تعالیٰ کی کہ بدگمانی کو حرام کر دیا۔ دیکھو! زنا ثابت کرنے کے لئے چار گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ الزام لگانے والے کو کوڑے مارے جاتے ہیں، میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی نہیں ہے؟ کیا اپنے بندوں کی ستاری نہیں ہے؟ کیا یہ اللہ نے اپنے بندوں کا عیب نہیں چھپایا؟ شریعت نے زنا کو ثابت کرنا ایسا مشکل کر دیا کہ یہ گناہ ثابت ہی نہ ہو سکے مگر یہ کہ کوئی خود تسلیم کر لے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے غیبت کو حرام کر دیا، یہ بھی ان کا کرم ہے کہ ہمارے عیب کا اِدھر اُدھر تذکرہ نہیں سننا چاہتے۔

خود ہمارے گناہوں سے ناراض ہوجاتے ہیں لیکن یہ پسند نہیں کرتے کہ میرے بندوں کے عیب کا تذکرہ کیا جائے، اس لئے غیبت کو بھی حرام کردیا۔ ماں باپ جو اولاد کی محبت پر ناز کرتے ہیں اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو ہم سے محبت ہے کہ غیبت کو زنا سے اشد کردیا:

((اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا))

(مشکوٰۃ المصابیح :(قدیمی)، باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم، ص ۴۱۵)

غیبت زنا سے زیادہ بدترین گناہ ہے اور یہ جب ہے کہ واقعی اس میں یہ عیب ہو، اگر اس میں یہ عیب نہیں تو یہ بہتان ہے۔ حکم دے دیا کہ کسی کے عیب کو بیان نہ کرو، اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کہ میرے بندوں کا چرچا برائی سے کیا جائے۔

ذکر اللہ کی برکت سے مجاہدہ میں آسانی

تو سب سے بڑی مشکل سالک کو اپنے نفس کے برے تقاضوں سے ہوتی ہے اور وہ انتظار کرتا ہے کہ فلاں عادت چھوٹ جائے، یہ گناہ چھوٹ جائے تب اللہ والوں کے پاس چلیں گے، اس وقت تسبیح پکڑیں گے، اللہ تعالیٰ نے اس مشکل کا حل اس میں بیان فرمادیا کہ تم کسی پریشانی کے دفع ہونے کا انتظار مت کرو، کسی فکر اور وسوسے کے ختم ہونے کا انتظار مت کرو، جس گندی حالت میں ہو میرا نام لینا شروع کردو، گناہوں کے تقاضے کمزور پڑتے چلے جائیں گے، گناہ سے مناسبت ہی ختم ہوجائے گی، اللہ ایسے پیارے ہیں اور ان کا نام اتنا پاک ہے کہ ناپاک اعمال سے مناسبت ختم ہوجائے گی۔ ایک دن ایسا آئے گا کہ گناہوں کے تقاضے ہٹتے چلے جائیں گے، تھوڑا بہت نفس شوں شا کرے گا جس پر مجاہدہ کا ثواب ملے گا، جو ہماری ترقی درجات کے لئے ہوگا لیکن ایسا نہیں ہوگا کہ آپ کو دبالے یا پاگل کی طرح کردے۔ اس آیت کو سمجھانے کے لئے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے دو مثال دی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی عدالت میں مچھر اور ہوا کا مقدمہ

ایک مچھر نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا کہ جب میں اپنا پیٹ بھرنے کے لئے کسی کا خون چوستا ہوں تو ہوا مجھے اڑا کر لے جاتی ہے اور میں بھوکا رہ جاتا ہوں۔

گفت پشہ دردِ من از دست باد

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ عدالت میں مدعی اور مدعا علیہ دونوں کا موجود ہونا ضروری ہے، لہٰذا تم مدعی ہو میں ابھی مدعا علیہ کو بلاتا ہوں اور ہوا کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب ہوا آئی تو مچھر بھاگ گیا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہوا سے فرمایا کہ تُو چلی جا۔ پھر جب مچھر آیا تو آپ نے ڈانٹ کر فرمایا کہ جب مدعا علیہ آیا تو تم کیوں بھاگ گئے۔

او چو آمد من کجا یابم قرار
کو برآرد از نہادِ من دمار

اس نے کہا یہی تو رونا ہے کہ جب ہوا آتی ہے تو میرا وجود نہیں رہتا اور میرا پیٹ نہیں بھرتا، میں خون چوسنے میں لگا ہوتا ہوں کہ ہوا آتی ہے اور مجھے بھگا دیتی ہے۔ اور دوسری مثال یہ دی کہ ایک گاؤں والوں نے چاہا کہ رات ختم ہو جائے اور دن نکل آئے، سب لوگ لاٹھی لے کر نکلے کہ رات کو بھگانا ہے۔ کوئی عقل مند ہوگا تو کہے گا ارے بے وقوف یہ دعا کر کہ سورج نکل آئے تو کوئی لاٹھی کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

می گریزد ضدہا از ضدہا
شب گریزد چوں بر افروزد ضیاء

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ کے نور کا سورج دل میں آجائے گا تو

گناہوں کے اندھیرے خود بخود بھاگنے لگیں گے۔ آہ! کیسی مثال دی۔ یہ اللہ کے نور کا آفتاب دل میں کیسے آئے گا، ذکر سے آئے گا، ذکر شروع کردو۔

نورِ حق از ذکرِ حق در جاں رسد

از زباں در دل ،ز دل تا جاں رسد

یہ میرا شعر ہے، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا نہ سمجھ لینا۔ اللہ کا نور ذکر کے ذریعہ سے روح میں داخل ہوجاتا ہے اور جب دل نور سے بھر جاتا ہے تو چھلک کر روح میں داخل ہو جاتا ہے، جب دل کی ٹنکی بھر جاتی ہے تو نور روح میں چلا جاتا ہے، روح اللہ والی بن جاتی ہے، اس کے اندر پھر نور ہی نور بھرا ہوتا ہے، سکون آجاتا ہے، اندھیرے چھٹ جاتے ہیں۔

ذکر اپنے مربّی کے مشورہ سے کرنا چاہیے

تو ایک مثال تو یہ دی کہ لاٹھی سے رات کو بھگانے کی ضرورت نہیں، سورج کے نکلنے سے رات خود بخود بھاگ جاتی ہے بلکہ سورج کے نکلنے سے پہلے ہی روشنی آجاتی ہے، صبح صادق ہوتے ہی کائنات میں روشنی آنا شروع ہوجاتی ہے حالانکہ ابھی طلوعِ آفتاب میں ایک گھنٹہ باقی ہے۔ اس لئے اللہ کا نام لینا شروع کردیجئے، اللہ کے نور کا آفتاب چاہے کچھ دن بعد نکلے گا لیکن آپ کے دل کے اندھیرے ابھی سے چھٹنا شروع ہوجائیں گے۔ اور اللہ کا نام کسی اللہ والے کے مشورہ سے لیجیے، جس اللہ والے سے آپ کو مناسبت ہو۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا تھا کہ اگر کوئی خود ذکر کرلے تو اللہ کا اتنا بڑا نام ہے، کیا ذکر اس کو اللہ تک نہیں پہنچا سکتا؟ یہ پیری فقیری اور خانقاہوں میں جانے کی کیا ضرورت ہے؟ تو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بے شک اللہ ہی کا نام ہمیں اللہ تک پہنچائے گا لیکن جیسے تلوار اس وقت کاٹتی ہے جب کسی سپاہی کے

ہاتھ میں ہوتی ہے،تلوار زمین پر پڑی رہے تو کیا کاٹ سکتی ہے؟ نہیں۔تلوار جب کاٹے گی جب سپاہی کے ہاتھ میں ہوگی، اسی کو کہتے ہیں اللہ والوں سے تعلق،ان کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دو ؎

مجھے سہل ہوگئیں منزلیں کہ ہوا کے رخ بھی بدل گئے
ترا ہاتھ ہاتھ میں آگیا تو چراغ راہ کے جل گئے

مرید کے دل میں اپنے شیخ کی قدر کیسی ہونی چاہیے؟

دیکھو! اللہ والوں کی قدر حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھو، یہ کون ہیں؟ دارالعلوم کے بانی ہیں، مفتی اعظم پاکستان ہیں اور تفسیر معارف القرآن کے مصنف ہیں لیکن اپنے شیخ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطَب کر کے کہتے ہیں ؎

ہر چند شغلِ درس و فتاویٰ بہ دیوبند
لیکن شبے بخانقہِ تھانہ خوشتر است

فرماتے ہیں کہ دیوبند میں درس وتدریس اور فتاویٰ لکھتا ہوں لیکن اس سے افضل اور خوشتر ہے کہ میں ایک رات تھانہ بھون اپنے مرشد کی صحبت میں گزار دوں۔ یہ کیوں فرمایا؟ کیونکہ شغلِ درس اور شغلِ فتاویٰ بھی جب قبول ہے جب اخلاص ہو اور اخلاص اللہ والوں کی جوتیوں ہی سے ملتا ہے۔

اس لئے دوستو! میں آپ کی جیب کے لئے یہ شرط نہیں بتا رہا ہوں، ہمارے یہاں کوئی نذرانہ وغیرہ مرید کرنے کا نہیں لیا جاتا، بے فکر رہو، آپ کی محبت دل میں پاتا ہوں تو یہ عرض کرتا ہوں۔ایک صاحب نے میرا بیان سن کر میرے دوست سے کہا کہ حکیم اختر چاہتا ہے کہ سب لوگ اس سے مرید ہوجائیں۔ یہ بہتان ہے،ان صاحب کو توبہ کرنی چاہیے۔آپ بتایئے! اگر کوئی شخص بیمار ہو اور

کوئی حکیم صاحب اس کی عیادت کے لئے آئیں اور کہیں کہ بھئی اپنا علاج کسی حکیم سے کراؤ تو کیا کوئی کہتا ہے کہ یہ حکیم صاحب چاہتے ہیں کہ سب ان سے علاج کرایا کریں؟ میں جب کسی اللہ والے سے تعلق کا کہتا ہوں تو ساتھ ہی یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ جس سے آپ کو مناسبت ہو، جس سے بلڈ گروپ ملتا ہو، اس کے پاس آنا جانا شروع کردو، تجربہ یہی ہے کہ بغیر اللہ والوں کی صحبت کے کوئی اللہ والا نہیں بن سکتا، دل میں اُجالے نہیں آتے، گناہ چھوڑنے کی ہمت نہیں ہوتی۔

یہ فقیر جسے آپ یہاں دیکھ رہے ہیں، طبیہ کالج الٰہ آباد کا پڑھا ہوا حکیم ہے، اگر آج اللہ والوں کا ہاتھ نہ پکڑا ہوتا تو میں بھی کہیں گل بنفشہ اور خمیرہ گاؤزباں بیچ رہا ہوتا، یہ عزت جو مل رہی ہے اسی نسبت سے مل رہی ہے، یہ مجمع جو لگا ہوا ہے یہ مجمع ایسے ہی نہیں لگتا، یہ اللہ والوں کی جوتیاں اٹھانے کا انعام ہے، اختر نے اللہ کی دی ہوئی توفیق سے جوانی دی ہے، یہ بھی سن لو، مالک کا کرم ہے وَلَا فَخْرَ یَا رَبِّیْ۔ اختر فخر سے اللہ کی پناہ چاہتا ہے۔

اللہ پر جوانی فدا کرنے کا مزہ

اس لئے چاہے کوئی جوان ہو یا بوڑھا فوراً اپنی زندگی اللہ کو پیش کردو، یہ انتظار مناسب نہیں کہ جب ہم بڈھے ہوجائیں گے تب اللہ والے بن جائیں گے۔ خود تو جب گوشت منگواتے ہو تو کہتے ہو کہ دیکھو بڈھے جانور کا گوشت نہ لانا، جوان کا لانا اور اپنی جوانی اللہ کو دینے کے بجائے کہتے ہو کہ اللہ میاں ہم آپ کو بڈھی زندگی دیں گے یعنی جب بڈھے ہوجائیں گے تب ساری دنیا سے الگ ہوکر یادِ الٰہی میں لگ جائیں گے۔ اپنے لئے تو جوان بکرے کا گوشت پسند کرتے ہو اور اللہ کے لئے ناکارہ، بڈھی، بیکار زندگی پیش کرتے ہو، یہ کیا بات ہے؟ شرم کی بات ہے، اللہ سے بڑھ کر کون ہے جس پر ہماری زندگی فدا ہوجائے۔

مناقب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

ایک نوجوان صحابی کے حالات سنئے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، زندگی ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی:

((اِنَّهٗ اَسْلَمَ وَهُوَ ابْنُ سَبْعَ عَشَرَةَ سَنَةً وَّكَانَ مِنَ الْعَشَرَةِ الْمُبَشَّرَةِ بِالْجَنَّةِ وَثَالِثَ الْاِسْلَامِ وَ اَوَّلُ مَنْ رَّمٰى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كَانَ مُجَابَ الدَّعْوَةِ وَ ذٰلِكَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فِيْهِ اللّٰهُمَّ سَدِّدْ سَهْمَهٗ وَ اَجِبْ دَعْوَتَهٗ وَهُوَ اٰخِرُ الْعَشَرَةِ مَوْتًا))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ج ۱ ص ۳۵۶)

سترہ سال کی جوانی میں اسلام لائے تھے، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کی تیر اندازی پر ناز کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رشتہ میں ماموں لگتے تھے، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ لاؤ میرے ماموں جیسا کسی کا ماموں ہو تو لاؤ: هٰذَا خَالِيْ فَلْيُرِنِيْ امْرُؤٌ خَالَهٗ (وَ كَانَ سَعْدٌ مِنْ بَنِيْ زُهْرَةَ وَ كَانَتْ اُمُّ النَّبِيِّ ﷺ اٰمِنَةَ مِنْ بَنِيْ زُهْرَةَ فَلِذٰلِكَ قَالَ هٰذَا خَالِيْ) ۔اور فرمایا اِرْمِ فِدَاكَ اَبِيْ وَ اُمِّيْ ۔ اے سعد تیر چلاؤ، میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں، جنگِ اُحد میں کسی اور صحابی سے آپ نے یہ نہیں فرمایا۔ اور دعا بھی دی تھی کہ اے اللہ! سعد کا تیر کا نشانہ درست کر دے اور اس کی دعا کو ہمیشہ قبول فرما چنانچہ دعا کی قبولیت میں مشہور تھے اور تیر اندازی میں بھی مشہور تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے انہیں تیر عطا فرمایا اور فرمایا اے سعد! اس کافر کا نشانہ لے لے قَالَ نَثَلَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كِنَانَتَهٗ يَوْمَ اُحُدٍ وَ كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَدْ اَحْرَقَ الْمُسْلِمِيْنَ ایک مشرک کافر تھا جو مسلمانوں کو بہت ستاتا تھا۔ انہوں نے اس کافر کا نشانہ لیا فَنَزَعْتُ لَهٗ بِسَهْمٍ لَيْسَ فِيْهِ نَصْلٌ فَاَصَبْتُ جَبِيْنَهٗ فَسَقَطَ وَ انْكَشَفَتْ عَوْرَتُهٗ

فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ حَتّٰی رَأَیْتُ نَوَاجِذَہٗ۔اور تیر جو مارا حالانکہ اس تیر کا آگے والا پھل بھی نہیں تھا تو اس کی پیشانی پر ایسے لگا کہ وہ تلملا کر دھڑ سے گر گیا اور اس کی لنگی بھی کھل گئی ،ننگا بھی ہو گیا۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کافر کو تیر لگنے اور اس انداز سے گرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا خوش ہوئے کہ آپ کی داڑھیں کھل گئیں حالانکہ آپ اتنا ہنستے نہیں تھے،لیکن اس دن آپ کو اتنی خوشی ہوئی۔(مرقاۃ المفاتیح: باب مناقب العشرۃ المبشرۃ، ج۱۱ص۲۷۸)۔جوانی اس کا نام ہے جو اپنے اللہ پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی جوانی فدا کر دے، ارے مرنے والوں پر مر گئے تو کیا ملا؎

ارے یہ کیا ظلم کر رہا ہے کہ مرنے والوں پہ مر رہا ہے

جو دم حسینوں کا بھر رہا ہے بلند ذوقِ نظر نہیں ہے

مردہ مردے پر مر رہا ہے،مُردوں پر مرنے والا ڈبل مردہ ہو جائے گا، چند دن کی زندگی کیا اللہ نے اس لئے دی ہے؟

ذکر کا ناغہ روح کا فاقہ

تو دوستو!اس آیت کی تفسیر سنئے۔وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ :اپنے رب کو عاشقانہ محبت سے یاد کرو جیسے اپنے ابّا کا نام لے کر اماں کا نام لے کر آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں، چہرہ پر اس کے اثرات نظر آجاتے ہیں۔میں نے اپنے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو ۸۰ سال کی عمر میں دیکھا کہ اپنے والدین کا تذکرہ کر کے رونے لگتے تھے۔آہ! کیا شیخ تھا میرا۔حضرت کی اولاد ہنستی تھی کہ ابّا ابھی تک اپنے ابّا کو یاد کر رہے ہیں۔ارے کیا جانیں ہنسنے والے۔تو ربّا کو یاد کر کے دل پر ایسا ہی اثر ہو جائے ،مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ جزائے خیر دے، اللہ ان کی قبر کو نور سے بھر دے،فرماتے ہیں؎

اے کہ صبرت نیست از فرزند و زن
صبر چوں داری ز رب ذوالمنن

اے دنیا والو! تم اپنے بیوی بچوں کی یاد میں خوب روتے ہو، اگر لڑکا کہیں دوسری جگہ کمانے چلا جائے تو دن گنتے ہو کہ کب واپس آئے گا؟ بیوی میکے چلی جائے تو دن گنتے ہو کہ کب آئے گی؟ اے دنیا والو! بیوی بچوں پر تمہیں صبر نہیں آتا اور اللہ تعالیٰ پر صبر کئے بیٹھے ہو، کہتے ہو کہ ذکر اللہ کا موقعہ نہیں ملا، مہمان بہت آگئے تھے۔ خانقاہ کا نفع اس بات سے مشروط ہے کہ ذکر اللہ کا دوام رکھے ورنہ روحانیت کمزور رہے گی اور خانقاہ میں رہتے ہوئے گناہوں سے نہیں بچ سکے گا، اگر کوئی ذکر اللہ نہیں کرے گا تو بزرگوں سے تعلق کے باوجود گناہوں سے نجات نہیں ملے گی کیونکہ ذکر اللہ سے روحانی طاقت بڑھے گی، گناہوں سے مناسبت کم ہوجائے گی، اندھیرے میں رہنے کی عادت چھوٹ جائے گی، اُجالے کے عادی ہوجاؤ گے، خوشبو کے عادی ہوجاؤ گے، پھر بدبودار بھنگی پاڑے میں نہیں رہ سکتے۔ اس لئے اللہ والوں کے ساتھ رہو تو اللہ کا ذکر بھی ان سے پوچھ کر روزانہ کرو، ناغہ نہ کرو، ذکر کا ناغہ روح کا فاقہ ہے۔ اگر نفس کہے آج ذکر کرنے کو جی نہیں چاہتا تو نفس سے کہہ دو پھر آج روٹی بھی نہیں کھلاؤں گا۔ کیوں؟ اگر روح نہیں ہوگی تو روٹی کھا سکتے ہو؟ نفس سے کہہ دو کہ اے ظالم تو روح کی برکت سے روٹیاں پا رہا ہے، تو روٹی بوٹی ٹھوسنے کے لئے تیار ہے، بریانی ٹھوسنے کے لئے تیار ہے، تو کیسے میں روح کو فاقہ کرادوں؟ اس لئے جب تک ذکر نہ کرلو کھانا مت کھاؤ۔

ذکرِ اسمِ ذات کا ثبوت

مفسرِ عظیم حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے رب کا لفظ نازل فرما کر بتادیا کہ میرا نام جب لیا کرو تو میرے پالنے کی نسبت کا بھی خیال کیا کرو، محبت سے نام لیا کرو جیسے اماں ابّا کا نام لیتے ہو، ارے اپنے باپ دادا

کا نام کیسے لیتے ہو؟ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا ۔(سورۃ البقرۃ:آیۃ ۲۰۰)
ان کی نسبت میرے ذکر میں زیادہ شدت اور زیادہ تیزی ہونی چاہیے کیونکہ اللہ ہی نے تو باپ دیا تھا اگر اللہ باپ نہ دیتا تو تم کہاں سے پاتے؟

علامہ قاضی شناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ جو خلیفہ ہیں حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے، انہوں نے اپنی تفسیر کا نام اپنے پیر کے نام پر تفسیر مظہری رکھا ہے، اپنے پیر کا نام آگے بڑھایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا دستور چلا آرہا ہے کہ جس نے اپنے شیخ کو آگے کیا اللہ تعالیٰ اسے بھی آگے کر دیتے ہیں اور چمکا دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ صوفیاء کرام اور ہمارے بزرگانِ دین جو اللہ اللہ کا ذکر تعلیم فرماتے ہیں وہ اسی آیت سے ثابت ہے کیونکہ رب کا نام اللہ ہے۔اور عربی کے قواعد سے وَاذْکُرْ امر ہے جو مضارع سے بنتا ہے اور مضارع میں تجدد استمراری کی شان ہوتی ہے یعنی ہمیشہ اللہ کا نام لیتے رہو۔

دوسری دفعہ اللہ کہنا پہلے کی قبولیت کی دلیل ہے

ایک صوفی سادہ تھا، اس کے پاس شیطان انسان کی شکل میں آیا اور اس کو بہکایا کہ تم جو یہ اللہ اللہ کر رہے ہو تو کیا کبھی اللہ نے تمہاری پکار کا جواب بھی دیا ہے؟ اس نے کہا نہیں، جواب تو کبھی نہیں دیا۔ شیطان نے کہا پھر ایسے اللہ کو پکارنے کا (نعوذ باللہ) کیا فائدہ ہے؟ وہ صوفی شیطان کے بہکاوے میں آکر اس دن بغیر ذکر کئے سو گیا تو خواب میں حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ میاں نے تمہیں سلام کہلایا ہے اور یاد فرمایا ہے کہ میں تم سے پوچھوں کہ آج تم نے اللہ کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ تو اس نے کہا کہ ارے ہم اتنے دن سے ذکر کر رہے ہیں کبھی اللہ میاں نے ہمارے ذکر کا جواب تو دیا ہی نہیں؟ اس کا جواب مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں یہ دیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے اس سادہ صوفی سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ؎

گفت ایں اللّٰہے تو لبیکِ ماست
ایں نیاز و آہ و سوزت پیکِ ماست

ایک اللہ کے بعد جو تو دوسری مرتبہ اللہ کہتا ہے تو یہ ہماری طرف سے جواب ہوتا ہے، اگر میں تیرا پہلا اللہ قبول نہ کروں تو دوسرا اللہ تیرے منہ سے نکل نہیں سکتا ہے، دوسری مرتبہ اللہ کہنے کی تجھے توفیق ہی نہیں ہوگی، یہ تیرا آہ کرنا، میری یاد میں آنسو بہانا یہی تو ہماری طرف سے جواب ہے۔

ذکر اللہ کا نفع یقیناً ہوتا ہے اگرچہ دیر سے ہو

بعض لوگ کہتے ہیں چار چھ مہینہ سے اللہ کا نام لے رہا ہوں، روزانہ سوچتا ہوں کہ آج کیا ملا تو کچھ محسوس ہی نہیں ہوتا۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آج جو تمہارا بچہ پیدا ہوا اس کو روزانہ فیتا لے کر ناپو کہ کتنا بڑا ہوا تو مایوس ہو جاؤ گے کہ یہ تو بڑھ ہی نہیں رہا، سال بھر کے بعد فیتا لگاؤ، دو چار انچ بڑھا ہوا ملے گا۔ روزانہ کا بڑھنا جیسے جسمانی نشو ونما میں محسوس نہیں ہوتا اسی طرح روحانی ترقی کا روزانہ پتا نہیں چلے گا، ذرا سال دو سال گزرنے دو، پھر اپنا ماضی یاد کرو کہ فلاں بزرگ کے پاس جو ہم جاتے ہیں کہ ہمیں کیا ملا؟ ؎

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کر دیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا

ایک بزرگ بھیکا شاہ فرماتے ہیں ؎

کاگا سے ہنس کیو اور کرت نہ لاگی بار

اے میرے مرشد، میرے شیخ! میں تو کوّا تھا، پاخانہ کھاتا تھا، گناہوں کے اڈے تلاش کرتا تھا، آپ کی صحبت سے اور ذکر اللہ کی برکت سے کوّا سے ہنس ہو گیا، اب میں اللہ کے نام کی جگہیں تلاش کرتا ہوں اور جس زمین پر میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرتا ہوں وہ زمین مجھے دونوں جہان سے افضل معلوم ہوتی ہے ؎

خوشتر از ہر دو جہاں آنجا بود
کہ مرا با تو سر و سودا بود

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دونوں جہان میں مجھے وہ زمین کا ٹکڑا سب سے قیمتی معلوم ہوتا ہے جہاں اے اللہ! میرا اور آپ کا محبت کا سودا ہو رہا ہو، جس زمین پر اللہ کا نام لینے کی توفیق ہو جائے۔

تو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روزانہ فیتا مت لگاؤ، جس طرح سے آپ سے پہلے کے لوگ اللہ والے بنے ہیں آپ بھی بن جائیں گے۔ حیدرآباد جانے کے سو راستے ہیں لیکن ساری دنیا سپر ہائی وے سے جا رہی ہے تو آپ بھی اپنی سواری اسی سڑک پر ڈال دو، یہ مت سوچو کہ ہمارا کیا ہوگا؟ وہی ہوگا جو دوسروں کا ہوا ہے کہ آپ بھی ایک دن اللہ والے بن جائیں گے۔ ایک مثال اور دی کہ کسی نل سے ایک قطرہ وقفہ وقفہ سے گرتا ہے تو چھ مہینہ کے بعد اس جگہ ایک نشان پڑ جاتا ہے۔ بتاؤ! چھ مہینہ بعد جو قطرہ گرا کیا وہ قطرہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے یہ نشان ڈالا ہے؟ نہیں۔ چھ ماہ پہلے جو پہلا قطرہ گرا تھا اس کی بھی محنت اس میں شامل ہے لہٰذا جو مقام آپ کو حاصل ہوگا، اللہ اپنی رحمت سے ہم سب کو نصیب فرمائے، اس میں پہلے دن کا آپ کا کہا ہوا اللہ بھی شامل ہے۔

سب سے بڑا ذکر، گناہ چھوڑنا ہے

اور ذکر سے مراد صرف اللہ اللہ نہیں ہے، سبحان اللہ بھی ہے الحمدللہ بھی ہے، تلاوت بھی ہے اور سب سے بڑا ذکر گناہ چھوڑ دینا ہے، سب سے بڑی یاد اللہ تعالیٰ کی یہ ہے کہ ان کی نافرمانی چھوڑ دو۔ ایک بیٹا ابّا سے کہتا ہے آپ کتنے اچھے ابّا ہیں، ابّا کہتا ہے کہ سینما مت دیکھنا، وی سی آر نہ دیکھنا، گندی چیزیں مت کھانا تو وہ کہتا ہے بس میں تو آپ کا نام لیتا رہوں گا، آپ کے نام کی رٹ لگاؤں گا لیکن آپ کی بات نہیں مانوں گا، آپ سوچئے! باپ ایسے بیٹے کو

لائق کہے گا یا نالائق؟ بعض لوگ ایسا ذکر کرتے ہیں کہ آنکھوں سے آنسو تک نکل آتے ہیں مگر سب سے مبارک آنسو وہ ہیں جو گناہ چھوڑنے سے نکل آئیں۔ ایک لاکھ مرتبہ اگر کوئی اللہ اللہ کہہ لے تو اس پر حلاوت ایمانی کا وعدہ نہیں ہے لیکن ایک نظر کسی حسین سے بچالے تو کنز العمال کی روایت ہے:

((اِنَّ النَّظَرَ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ مَسْمُوْمٌ مَّنْ تَرَكَهَا مَخَافَتِيْ اَبْدَلْتُهٗ اِيْمَانًا يَّجِدُ حَلَاوَتَهٗ فِيْ قَلْبِهٖ))

(کنز العمال: (دار الکتب العلمیة)، ج ۵ ص ۱۳۰، رقم الحدیث ۱۳۰۶۴)

اسی وقت اللہ تعالیٰ اس کے دل میں حلاوت ایمانی عطا فرما دیں گے، قلب کے اندر دیتے ہیں کیونکہ اس نے آنکھوں کی بصارت کو حرام مزے سے محروم کیا تو اس کے قلب کو حلاوت بصیرت مل جاتی ہے، جسم کے مزے کو چھوڑا اور دل کے مزے کو پا گیا، اللہ کی الفت میں اس کلفت کو برداشت کرلو۔

ذکر اللہ سے روح طاقتور اور نفس کمزور ہوتا ہے

حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس جب کوئی گنہگار بندہ آتا ہے تو میں اسے مایوس نہیں کرتا، خواہ اس کے داڑھی بھی نہ ہو، میں اسے بیعت کر لیتا ہوں اور اللہ اللہ بتا دیتا ہوں، ذکر اللہ کی برکت سے آہستہ آہستہ وہ گناہ بھی چھوڑتا چلا جاتا ہے اور داڑھی بھی رکھ لیتا ہے، ذکر کی برکت سے روح قوی اور نفس کمزور ہوتا جاتا ہے، سورج کی روشنی سے روح میں گرمی آنے لگتی ہے، پھر وہ پکا نمازی بھی ہو جاتا ہے۔ اللہ کا نام بہت بڑا نام ہے، بہت برکت والا نام ہے۔ ایک بزرگ یوں دعا مانگ رہے تھے، اے اللہ! آپ کا نام بہت بڑا نام ہے جتنا بڑا آپ کا نام ہے اتنا ہمارے اوپر رحم کر دیجئے۔ دنیا میں بھی آپ دیکھ لیجیے، کسی دنیاوی سخی کے پاس اگر کوئی جاتا ہے تو کہتا ہے کہ میں نے بہت لوگوں سے آپ کی تعریف سنی ہے، آپ نے فلاں گاؤں والے کا

قرضہ معاف کردیا، فلاں کی مدد کردی، میں نے آپ کا بڑا نام سنا ہے۔

واقعۂ اسلام حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ

جیسے حائل، عرب میں ایک جگہ ہے، وہاں کے ایک بہت بڑے سخی حاتم طائی گزرے ہیں، وہ جگہ اب بھی ہے، آج بھی وہاں سونا برستا ہے، وہاں اتنا سونا ہے کہ جیسے ہمارے یہاں تولیہ اور بنیان وغیرہ دکان پر لٹکتی رہتی ہیں ایسے سونا دکانوں میں لٹکا ہوا ہوتا ہے۔ ان کے بیٹے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ صحابی ہوئے، انہیں جب ایمان لانے کا تقاضا ہوا تو انہوں نے سوچا کہ چل کر دیکھوں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہیں یا بادشاہ ہیں؟ یہ تحقیق کرنے کے لئے وہ شام سے مدینہ منورہ آئے:

((فَقَامَ وَانْطَلَقَ بِیْ اِلٰی بَیْتِہٖ فَوَاللہِ اِنَّہٗ لَعَامِدٌ بِیْ اِلَیْہِ اِذْ لَقِیَتْہُ امْرَأَۃٌ ضَعِیْفَۃٌ کَبِیْرَۃٌ فَاسْتَوْقَفَتْہُ فَوَقَفَ لَھَا طَوِیْلًا تُکَلِّمُہٗ فِیْ حَاجَتِھَا قَالَ قُلْتُ فِیْ نَفْسِیْ وَاللہِ مَا ھٰذَا بِمَلِکٍ۔۔۔۔قَالَ اَسْلَمْتُ))

(البدایۃ والنھایۃ: (دار احیاء التراث)، ج ۵ ص ۷۷)

جب مدینہ پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میں حاتم طائی کا بیٹا عدی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں لے کر اپنے گھر کی طرف چلے، راستہ میں ایک بڑھیا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زور سے چلا کر کہا، یا نبی اللہ! میں آپ سے کچھ دین کی بات، مسئلہ پوچھنا چاہتی ہوں:

((فَقَالَ صلی اللہ علیہ وسلم اِجْلِسِیْ فِیْ اَیِّ طَرِیْقِ الْمَدِیْنَۃِ شِئْتِ اَجْلِسْ اِلَیْکِ فَخَلَا مَعَھَا فِیْ بَعْضِ الطُّرُقِ))

(صحیح مسلم: (قدیمی)، ج ۲ ص ۲۵۶ والشمائل المحمدیۃ للترمذی: رقم ۳۱۴)

آپ مدینہ کی گلی کی فٹ پاتھ پر بیٹھ گئے، بس عدی بن حاتم نے دل میں سمجھ لیا کہ یہ نبی ہیں، بادشاہ کبھی اتنی تواضع نہیں کرسکتا اور پھر اسلام لے آئے۔

جب مکہ فتح ہوا تو ایک انگریز مؤرخ لکھتا ہے جسے علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خطبات مدراس میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اونٹ پر سوار تھے:

((دَخَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَ ذَقْنُهٗ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ مُتَخَشِّعًا))

(البداية والنهاية: (دار احياء التراث)، ج ۴ ص ۳۳۵)

اور جھکتے جھکتے آپ کی ٹھوڑی مبارک کجاوے سے لگ رہی تھی، جس بستی سے آپ اس قدر ظلم کے ساتھ نکالے گئے تھے، آپ کی گردن پر جہاں اونٹ کی اوجھڑی ڈالی گئی تھی، آپ کے قتل کی جہاں سازشیں کی گئی تھیں، جہاں آپ کو اس قدر لہولہان کیا گیا تھا، تو وہ انگریز لکھتا ہے کہ ایسے موقع پر بادشاہوں کی آنکھیں لال ہوتی ہیں اور سینہ تنا ہوا ہوتا ہے لیکن اس نبی رحمت نے اپنے سینے کو جھکایا، اللہ کی عظمت کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی داڑھی جھکتے جھکتے کجاوے سے لگ گئی، اور جب مکہ میں داخل ہوئے تو کافروں کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو گود میں لے لیا اور اونٹنی پر بٹھالیا۔

تو عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے کسی نے مدینے میں کہا کہ میرے یہاں شادی ہے، آپ کچھ برتن ادھار دیدیں۔ انہوں نے پوچھا تمہیں برتن کس دن چاہئیں؟ تو کہا مثلاً جمعرات کو تو انہوں نے جمعرات کو دیگیں پکا کر بھجوادیں۔ اس نے کہا میں نے تو آپ سے خالی برتن مانگا تھا تو عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں جس باپ کا بیٹا ہوں اگر میں خالی برتن بھیجتا تو میرے باپ کی توہین ہو جاتی، میں ایک سخی باپ کا بیٹا ہوں، میرے خاندان کی سخاوتوں کا جھنڈا جھک جاتا اگر میں خالی برتن بھیج دیتا۔

خودرائی کرنے والے ایک نادان سالک کا دلچسپ قصہ

تو جب اللہ کے بندوں کا یہ حال ہے تو جو اللہ سے یہ کہے گا کہ اے اللہ! میں نے آپ کا ذکر کیا ہے، آپ کا نام لیا ہے، آپ کا نام بہت بڑا نام ہے، جتنا

بڑا آپ کا نام ہے اتنی ہمارے اوپر مہربانی کر دیجئے تو اللہ تعالیٰ کے کرم کا کیا عالم ہوگا؟ لیکن اللہ کا نام کسی اللہ والے کے مشورے سے کریں، اپنی مرضی سے نہ کریں کہیں زیادہ نہ ہوجائے، کیپسول کھاتے ہو تو ڈاکٹر سے مشورہ کرتے ہو یا نہیں؟ تھانہ بھون کی خانقاہ میں حضرت نے ایک شخص کو دو ہزار ذکر بتایا، اس نے ایک لاکھ، سوا لاکھ مرتبہ کرلیا، دماغ گرم ہوگیا، خانقاہ کے کنویں میں کود پڑا۔ مولانا شبیر علی صاحب تھانوی نے مجھ سے خود بیان فرمایا، جنہوں نے خود آنکھوں سے دیکھا تھا، بیچ میں کوئی دوسرا راوی نہیں ہے، ناظم آباد میں ان کا گھر ہے، حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے سگے بھتیجے ہیں اور خانقاہ کے مہتمم تھے، انہوں نے مجھے بتایا کہ اس کو ذکر میں اتنا مزہ آیا کہ زیادہ کرلیا، جب کنویں میں کودا اور آواز آئی تو ہم سب لوگ دوڑے، دیکھا تو کنویں میں بھی اللہ اللہ کر رہا تھا، وہاں بھی ضربیں لگا رہا تھا، آخر ڈول ڈالا گیا، رسی ڈالی گئی، اس کے ذریعہ نکالا تو حضرت نے اس کو پانی وغیرہ پلایا، آہستہ آہستہ معتدل ہوگیا، جب معتدل ہوگیا پھر حضرت نے دو تین زوردار تھپڑ لگائے، فوراً نہیں لگائے کیونکہ بعض وقت مریض بے چارہ قابلِ رحم ہوتا ہے، تو اس کو ہمیشہ کے لئے ہدایت ہوگئی۔

مجاز خلفاء کو سچی خانقاہیں قائم کرنا فرض ہے

جو بھی وظیفہ پڑھتے ہو اس کی شیخ کو اطلاع کرتے رہو۔ آج کل اخبار میں روحانی علاج کا کالم پڑھ پڑھ کر میرے پاس دماغی امراض کے نفسیاتی مریضوں کی خبریں آرہی ہیں کہ لاکھوں لاکھوں وظیفہ پڑھ لیا اور دماغ گرم ہوگیا اب بہکی بہکی باتیں کررہے ہیں۔ ایک شخص نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ ہمارے گاؤں میں ایک آدمی کہہ رہا ہے کہ میں ابدال ہوگیا ہوں، نہ نماز نہ روزہ، شریعت سے کوئی واسطہ نہیں اور ابدال ہونے کا دعویٰ کررہا ہے، ابدال تو اولیاء اللہ کا وہ طبقہ ہے جو ایک قدم کراچی میں رکھے تو دوسرا شام میں رکھ سکتا ہے۔

حضرت نے جواب لکھا کہ ہاں وہ صحیح کہہ رہا ہے، وہ پہلے گوشت تھا اب دال ہوگیا ہے۔ مجھے بھی زندگی میں ایسے بہت لوگ ملے جنہیں جعلی پیروں نے لمبے لمبے وظیفوں کے چکر میں ڈال کر دماغی پاگل کردیا تھا۔ اس لئے جگہ جگہ ایسی سچی خانقاہیں قائم کرنا اور سچے اللہ والوں کی مجلسوں کا قیام فرض ہے جو شریعت اور سنت کے پابند ہوں، کسی اللہ والے کے اجازت یافتہ ہوں تاکہ انسان اگر تلاش کرے تو اس کو صحیح پیر مل جائے۔ رہبانیت اسلام میں نہیں ہے کہ کاروبار اور بیوی بچوں کو چھوڑ کر جنگل میں چلے جاؤ، اسی شہر کراچی میں اللہ کے ولی مل سکتے ہیں، بال بچوں کا حق ادا کرتے ہوئے اللہ کا ولی بننا پڑتا ہے۔

ذکر اللہ میں مومن کی حیات اور بھولنے میں موت ہے

اب کوئی پوچھے کہ اللہ کے نام لینے کا فائدہ کیا ہے تو کوئی شخص ذکر اللہ کے فائدوں کو محدود نہیں کرسکتا، اگر آپ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے لامحدود خزانوں کا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو اللہ کا نام لینے کا معمول بنا لیجیے۔ جن لوگوں کو اللہ کے نام لینے کا مزہ آگیا تو پھر وہ لیٹے بیٹھے چلتے پھرتے اللہ کو یاد رکھتے ہیں، ہر عمل میں سنت کیا ہے یہ فکر ان کو لگ جاتی ہے۔ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ ۔ کروٹ پر ہوتے ہیں تو بھی اللہ کو نہیں بھولتے۔ مچھلی سے کہا جائے کہ تم فلاں حالت میں تو پانی میں رہنا باقی کسی حالت میں پانی میں جانے کی تمہیں اجازت نہیں ہے تو مچھلی کہے گی کہ میری کوئی حالت ہو، بغیر پانی کے تو میں زندہ نہیں رہ سکتی، آپ اجازت دو یا نہ دو ہم تو تڑپ کر جان دے کر بھی پانی ہی میں جائیں گے۔ ہماری روح کو بھی اللہ تعالیٰ سے اتنا تعلق ہونا چاہیے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اپنی زندگی کو موت میں تبدیل ہوتے ہوئے ہمیں نظر آجائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

((مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مِثْلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ))

(مشکوٰۃ المصابیح :(قدیمی)؛ باب ذکر اللہ عز وجل و التقرب الیہ؛ ص١٩٦)

وہ شخص جو اللہ کا ذکر کرتا ہے مثل زندہ کے ہے اور جو ذکر نہیں کرتا مثل مردہ کے ہے۔ اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((فِی الْحَدِیْثِ اِیْمَآءٌ اِلٰی اَنَّ مُدَاوَمَۃَ ذِکْرِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ تُوْرِثُ الْحَیٰوۃَ الْحَقِیْقِیَّۃَ الَّتِیْ لَا فَنَآءَ لَھَا))

(مرقاۃ المفاتیح:(رشیدیہ)؛ جلد ٥ ص ١٣٨)

اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مداومت حقیقی زندگی سے آشنا کرتی ہے جس کو کبھی فنا نہیں ہے، وہ ہر وقت بزبانِ حال کہتے ہیں، اِلٰھِیْ لَا تَطِیْبُ الدُّنْیَا اِلَّا بِذِکْرِكَ۔ اے اللہ! مجھے دنیا اچھی نہیں معلوم ہوتی مگر آپ کے ذکر کے ساتھ۔

کائناتِ دل کے انوکھے خورشید اور قمر

اللہ کے عاشقوں کا دن اللہ کے ذکر سے روشن ہوتا ہے۔ احقر کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

تجھ سے روشن ہیں جہانِ درد کے شمس و قمر
اے امامِ دردِ دل اے رہبرِ دردِ جگر
دل تو کچھ روشن نہیں ہے تم سے اے شمس و قمر
کائناتِ دل کے ہیں کچھ دوسرے شمس و قمر
اے خدا تجھ سے ہی روشن ہیں ہمارے رات دن
اے ہماری کائناتِ دل کے خورشید و قمر

دل کے شمس و قمر سے مراد اللہ تعالیٰ کا نور ہے جو ذکر اللہ اور صحبتِ اہل اللہ سے عطا ہوتا ہے۔ ایک وقت موت سے قبل کی بے ہوشی کا وہ آنے والا ہے کہ آپ زندہ ہوں گے، تمام ڈاکٹر کہیں گے کہ آپ زندہ ہیں لیکن اس وقت آپ سے

کہا جائے کہ کچھ اللہ کا نام لے لوتو کچھ ذکر نہ کرسکو گے، اس دن سے پہلے اللہ کو یاد کرلو، اور جو اللہ کو بھولا ہوا ہے وہ حقیقت میں مردہ ہے، زندگی تو ان لوگوں کی ہے جو اللہ کو راضی رکھتے ہیں۔

اہل اللہ کے لئے غفلت بھی موت کی مانند ہے

میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا تھا کہ ایک بزرگ دوسرے بزرگ کی ملاقات کو جا رہے تھے، دن کے بارہ بجے ایک درخت کے سائے میں آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے، پہلے لوگ گاؤں گاؤں پیدل ہی چلے جایا کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں چڑیوں کی بولی سنوادی، اس درخت پر دو چڑیاں آپس میں بات کر رہی تھیں کہ یہ جس بزرگ سے ملنے جا رہے ہیں ان کا تو انتقال ہوگیا۔ انہوں نے سوچا کہ چڑیا تو معصوم جانور ہے، وہ جھوٹ تو نہیں بولے گی لیکن پھر سوچا کہ بھئی اتنی دور آ گئے ہیں، اب تھوڑا فاصلہ رہ گیا، چلو ان کے بچوں سے تعزیت ہی کرلیں گے۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا وہ بزرگ بالکل زندہ سلامت بیٹھے ہوئے ہیں، ہنس رہے ہیں بول رہے ہیں۔ تو بہت تعجب ہوا، کہا کہ حضرت! کیا اس زمانے میں چڑیاں بھی جھوٹ بولنے لگی ہیں؟ پوچھا کیا ماجرا ہوا ہے؟ پھر سارا قصہ بتایا۔ پوچھا کیا وقت تھا؟ بتایا کہ ٹھیک بارہ کا وقت رہا ہوگا، سورج بالکل سر پر تھا۔ فرمایا چڑیوں نے سچ کہا، میں اس وقت اللہ سے غافل ہوگیا تھا۔ دوستو! حیات اللہ کے نام سے ہے اور موت ان سے غفلت میں ہے، جب اللہ سے صرف غفلت سے موت آتی ہے تو جو نافرمانی میں مبتلا ہے تو وہ اللہ سے کتنا دور جا پڑا؟ یہ تو اس سے بھی اشد ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی بدبخت اور اس سے بڑا محروم کوئی نہیں جو اپنی کوئی سانس خدا کی نافرمانی میں لیتا ہے۔

اٹھا کر سر تمہارے آستاں سے
زمیں پر گر پڑا میں آسماں سے

یہ تو ان کا کرم ہے کہ پکڑتے نہیں ہیں، ورنہ اگر پکڑ لیں تو پتا چل جائے۔ میرے شیخ مولانا ابرارالحق صاحب کے استاذِ حدیث، مظاہرالعلوم، سہانپور کے محدث مولانا اسعداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

عشقِ بتاں میں اسعدؔ کرتے ہو فکرِ راحت
دوزخ میں ڈھونڈتے ہو جنت کی خواب گاہیں

اللہ کے غضب اور قہر کے اعمال میں سکون تلاش کرتے ہو، ایسے گردے بیکار ہوں گے، ایسے کینسر پیدا ہوگا کہ نانی یاد آجائے گی اور چھٹی کا دودھ یاد آجائے گا، خدا کے لئے اللہ کے غضب اور قہر کو بار بار مت آزماؤ، انتہائی بے حیائی اور بے شرمی کی بات ہے کہ اپنے محسن اور پالنے والے کو ناراض کیا جائے ؎

چارقت نطفہ است و خونت پوستیں
باقی اے خواجہ عطائے اوست ایں

تیری حقیقت باپ کا نطفہ اور ماں کا حیض ہے باقی آنکھ اور اس کی روشنی، کان اور اس کی سننے کی طاقت، زبان اور اس کے بولنے کی طاقت، سب سر سے پیر تک یہ خزانے اللہ نے دئے ہیں۔ تم نے اپنے ماں باپ سے کیا پایا تھا؟ باپ کا نطفہ، ماں کا حیض پایا تھا، ماں کے پیٹ میں آنکھ بنانا اور اس میں روشنی کا خزانہ رکھنا یہ اللہ کرتا ہے، کان بنا کر قوت سامعہ رکھ دی، زبان بنا کر قوت ذائقہ رکھ دی، ایسے محسن مالک کو ناراض کرتے ہو، ارے اللہ کے نام میں لگو۔

دریا اور ایک ناپاک آدمی کا مکالمہ

تو اللہ پاک فرماتے ہیں کہ وَتَبَتَّلۡ اِلَیۡهِ تَبۡتِیۡلًا ۔ دل کی یکسوئی کا انتظار مت کرو، ہمارا نام لینا شروع کردو۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور مثال سے اسے سمجھایا ہے جس سے آپ آسانی سے سمجھ جائیں گے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک ناپاک آدمی دریا کے کنارے کھڑا تھا، اس نے دریا سے کہا کہ

اے دریا! میں ناپاک ہوں لیکن تیرے اندر آتے ہوئے مجھے شرم آرہی ہے، تیری عظمت اور تیری عزت میرے دل میں ہے، میں اس ناپاکی کی حالت میں تیرے اندر آنے سے ڈر رہا ہوں کہ کہیں گستاخی نہ ہوجائے کیونکہ تو پاک دریا ہے اور میں ناپاک بندہ ہوں۔تو دریا نے ہنس کر کہا کہ اے بے وقوف! قیامت تک ناپاک کھڑا رہے گا، جس حالت میں ہے جلدی سے کود جا، تیرے جیسے لاکھوں روزانہ میرے اندر پاک ہوتے رہتے ہیں، میرے پانی میں یہ خاصیت ہے کہ ہم اللہ کے بندوں کو پاک رکھتے ہیں اور خود پاک رہتے ہیں، تمہاری ناپاکی سے ہم ناپاک نہیں ہوں گے، بلکہ ہماری پاکی سے تم پاک ہو جاؤ گے۔آہ! اسی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

من نہ گردم پاک از تسبیحِ شاں
پاک ہم ایشاں شوند و در فشاں

اے دنیا والو! جب تم کہتے ہو سبحان اللہ، اللہ پاک ہے تو کیا میں تمہاری پاکی بیان کرنے سے پاک ہوتا ہوں؟ نہیں۔ بلکہ میری پاکی بیان کرنے کے صدقہ میں تم پاک ہو رہے ہو۔

افکار اور پریشانی میں بھی ذکر نفع سے خالی نہیں

اس لئے عرض کرتا ہوں کہ یکسوئی کا انتظار نہ کیجیے، مکہ شریف میں ایک عالم محدث نے مجھ سے سوال کیا کہ پریشانی کی حالت میں ذکر اللہ سے کچھ فائدہ ہوتا ہے یا نہیں؟ جب دل حاضر نہیں، دل اِدھر اُدھر ہے تو ذکر سے کوئی فائدہ ہوگا؟ میں نے کہا کہ دیکھو! ابھی مکہ شریف میں حج کا زمانہ ہے، ہر دکاندار رش کی وجہ سے پریشان ہے، ایک ایک دکان پر دس دس گاہک کھڑے ہیں، ایک کہتا ہے تسبیح چاہیے، دوسرا کہتا ہے مجھے ٹوپی چاہیے، تیسرا کہتا ہے یہ رومال دو، ہمیں جلدی کراچی واپس جانا ہے، تو دس گاہک کھڑے ہیں جس کی وجہ سے اس کو

کھانا کھانے کا موقع نہیں ملتا مگر وہ اپنا برگر، ڈبل روٹی وغیرہ کھائے جا رہا ہے اور سودا بھی دیتا جا رہا ہے۔ تو پریشانی میں کھا رہا ہے لیکن یہ جب اپنے حلق سے لقمہ اتار لیتا ہے تو اس سے اسے قوت ملتی ہے یا نہیں؟ اگر وہ یہ کہے کہ چونکہ حج کا زمانہ ہے، حاجیوں کی بے حد بھیڑ ہے اور میں سودا بیچنے میں بہت پریشان ہوں لہٰذا روٹی نہ کھاؤں، میں روٹی چار مہینے کے بعد سکون سے کھاؤں گا جب سب حاجی چلے جائیں گے، تو کیا چار مہینہ تک روٹی نہ کھانے سے یہ زندہ رہے گا؟

تو جیسے مکہ شریف کا دکاندار حج کے زمانے میں بالکل سکون سے نہیں ہے، دس دس گاہک کھڑے ہوئے ہیں، مگر وہ روٹی کھا رہا ہے، زمزم پی رہا ہے اور سودا بھی دے رہا ہے جس کی وجہ سے وہ زندہ ہے، تروتازہ ہے، اس میں طاقت ہے، ایسے ہی جب ہم ہزاروں پریشانیوں میں اللہ کا نام لیں گے تو تروتازہ رہیں گے، طاقت رہے گی بلکہ ان کے نام کے صدقہ میں پریشانی بھی دفع ہو جائے گی۔

بعض مصائب بندہ کو اللہ سے ملانے کے لئے آتے ہیں

یہ پریشانی آتی ہی اس لئے ہے کہ ہم ان کو یاد کریں جیسے کسی کا لڑکا ابّا کو یاد نہ کرتا ہو، دور دور رہتا ہو تو ابّا محلہ کے لڑکوں کو کچھ پیسے چپکے سے دے دیتا ہے کہ اس کے چپت لگاؤ، اس کو اتنا مارو کہ اسے ابّا یاد آ جائے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی تھوڑی پریشانیاں بھیج کر ہمیں چپت لگواتے ہیں، پھر پریشانی میں اللہ یاد آتا ہے، پھر اللہ والوں کے پاس بھاگتا ہے، پھر خانقاہوں کی طرف بھاگتا ہے، مسجد کی طرف بھاگتا ہے کہ یا اللہ میری یہ پریشانی دور فرما دیجئے تو یہ غم اور مصیبت بھی اس معنی میں نعمت ہیں۔ جو نعمت ہمیں خدا تک پہنچا دے وہ تو نعمت ہے ہی، جو مصیبت ہمیں خدا تک پہنچا دے وہ بھی نعمت ہے۔ جس مصیبت سے گھبرا کر مسجدیں یاد آئیں، خانقاہیں یاد آئیں، اللہ والے یاد آئیں تو سمجھ لو وہ مصیبت نہیں ہے وہ نعمت ہے۔ اس پر بھی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ سن لو۔

جو مصیبت اللہ سے جوڑ دے وہ مصیبت نہیں نعمت ہے

ایک شہر میں چوری کی وارداتیں بڑھ گئیں تو کوتوالِ شہر یعنی تھانیدار گھوڑے پر بیٹھ کر اور ہاتھ میں ڈنڈا لے کر آدھی رات کو گشت کر رہا تھا۔ اسی گلی میں ایک شخص، بال بکھرے ہوئے، اپنے محبوب کے عشق میں پاگل ہو کر اس کو تلاش کر رہا تھا، اندھیرے میں آہ و نالہ کر رہا تھا، رو رہا تھا کہ اے میرے محبوب تو کہاں ہے؟ تھانیدار نے جو اس پاگل کو دیکھا تو اس کی پٹائی شروع کر دی کہ یہی چور ہے۔ اس نے لاکھ عذر کیا کہ مجھے نیند نہیں آرہی تھی، میں کسی کے عشق میں مبتلا ہوں لیکن جتنا یہ عذر کرتا تھا اتنی وہ پٹائی کرتا تھا کہ اچھا اب مجھے دیکھ کر عاشق بن گیا ہے۔ آخر اس نے دیکھا کہ یہ تو جلاد ہے، میری ایک نہیں سنے گا تو وہاں سے بھاگا، بہت تیز بھاگا اور ایک گلی میں گھوم گیا، تھانیدار کا گھوڑا تیزی میں آگے نکل گیا، مڑ نہ سکا تو یہ جلدی سے دیوار پھلانگ کر دوسری طرف ایک باغ تھا اس میں کود گیا۔ اس باغ میں اس کا محبوب اور معشوق موجود تھا تو اس نے یہ دعا کی کہ یا اللہ! اس تھانیدار کے ہر ڈنڈے پر اسے کروڑوں جزائے خیر عطا فرما جس کے ڈنڈے نے مجھے میرے محبوب سے ملا دیا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ قصہ تو ایسے ہی فرضی و مجازی ہے لیکن اصل مقصد میرا یہ سمجھانا ہے کہ جو مصیبت ہمیں اللہ تک پہنچا دے وہ مصیبت مصیبت نہیں، اللہ تعالیٰ بھی کبھی ایسی مصیبت بھیج دیتے ہیں جو مثل اس تھانیدار کے ڈنڈے کی طرح ہوتی ہے۔

شیخ کا فیض زیادہ پانے والے سالک کون ہوتے ہیں؟

تو دوستو! اللہ نے اپنے نام کا کمال بیان کیا کہ اگر تم ہمارا نام لیتے رہو گے تو غیر اللہ سے چھوٹتے چھوٹتے ہمارے بن جاؤ گے۔ میری محبت کا تعلق تمہارے تمام تعلقات پر غالب ہو جائے گا اور جب اللہ کی محبت ہر چیز پر غالب ہو جائے

اسی کا نام تصوف ہے، اسی کا نام بزرگی ہے، اسی کا نام ولی اللہ ہے۔ ولی اللہ وہ شخص ہے جس کے دل میں بیوی بچوں سے، کاروبار سے، نظر بازیوں سے اور حسن کے تمام تماشوں سے اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہو جائے، یہ غلبہ کیسے نصیب ہوتا ہے؟ اسی کے لئے یہ آیت نازل کی گئی ہے۔ صحابہ کو بھی جو نبی کا فیض پہنچا ہے تو اس لئے کہ وہ ذکر کرتے تھے، یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَ الۡعَشِیِّ جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ ذکر اللہ کی برکت سے شیخ کا فیض زیادہ پہنچتا ہے، جو لوگ ذکر اللہ نہیں کرتے ان کو اہل اللہ کا فیض کم ملتا ہے، کیونکہ جب وہ ذکر اللہ کرتے ہیں تو دل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے، پھر نور نور کو کھینچتا ہے، شیخ کے نور کو جذب بھی وہی لوگ زیادہ کرتے ہیں جو ذکر اللہ کرتے ہیں، اور یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَہٗ جن کی مراد اللہ تعالیٰ ہو، ان کا نفس مراد نہ ہو۔

راہِ سلوک کی پانچ منزلیں: قرآن پاک کی روشنی میں

تو ان آیات میں راہِ سلوک کے پانچ سبق ہیں۔ نمبر ایک: قیام لیل۔ ﴿یٰۤاَیُّہَا الۡمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا﴾ اور آپ قیام لیل کیجیے لیکن تھوڑا سا، اتنا نہیں کہ آپ پانچ پانچ پارے تہجد میں پڑھتے تھے جس سے پاؤں مبارک میں ورم آ گیا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ کو رحم آ گیا، اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ ایک بات بتا دوں کہ اس آیت سے چادر کا اوڑھنا بھی سنت ثابت ہوتا ہے، کتنا ہی سوئٹر، جیکٹ پہن لو لیکن چادر اوڑھنا سنت ہے، کبھی کبھی اوڑھ لیا کرو۔

نمبر ۲: تلاوتِ قرآن۔ ﴿وَ رَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِیۡلًا﴾ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھیے، ترتیل کے کیا معنی ہیں؟ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((یُقَالُ لِصَاحِبِ الۡقُرۡاٰنِ اِقۡرَأۡ وَارۡتَقِ وَ رَتِّلۡ کَمَا کُنۡتَ تُرَتِّلُ فِی الدُّنۡیَا اَیۡ مِنۡ تَجۡوِیۡدِ الۡحُرُوۡفِ وَمَعۡرِفَۃِ الۡوُقُوۡفِ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، کتاب فضائل القرآن، ج ۵ ص ۳۱)

کہاں ٹھہرنا چاہیے، کیسے حروف ادا کریں، اس کا نام ترتیل ہے۔

نمبر ۳: اسم ذات کا ذکر یعنی اللہ اللہ کرنا۔ ﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا﴾ جو میں نے بیان کر دیا، جو ذکر اللہ نہیں کرے گا اللہ تک نہیں پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ سے جُڑ جاؤ اور قلب کو غیر اللہ سے خالی کر لو، غیر اللہ سے اگر دل کو کاٹنا ہے تو اہل اللہ کے مشورہ سے ذکر اللہ شروع کر دو۔ ایک بات غور سے سنئے، کبھی ذکر اللہ اور شیخ سے تعلق کے باوجود، خانقاہوں میں آنے جانے کے باوجود، طبیعت میں پرانا پاپ پرانا رام زور کرے گا یعنی دس بیس سال پہلے والے گناہ کا تقاضا شدید ہوگا، اتنا شدید کہ شیطان کہے گا دیکھتا ہوں آج کیسے بچتا ہے اور خود وہ سالک بھی سمجھ جائے گا کہ آج اتنا تیز تقاضا گناہ کا ہو رہا ہے کہ آج تو بچنا مشکل ہے، اس وقت کیا کرنا چاہیے؟ اس وقت یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ پڑھو۔ اللہ تعالیٰ کو پکارو کہ اے خدا آبرو مومن کی ترے ہاتھ ہے، یہ میرا مصرع ہے، اے زندہ حقیقی! اے آسمان و زمین کو سنبھالنے والے! میرے ڈیڑھ پاؤ کے دل کو سنبھال لے، اور ایک یہ دعا پڑھئے یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے:

((قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كَانَ أَكْثَرُ دُعَائِهِ ﷺ عِنْدِيْ
يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ))

(جامع الترمذی: (ایچ ایم سعید)؛ ابواب الدعوات؛ ج ۲ ص ۱۹۲)

ایک صحابی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں کون سی دعا زیادہ پڑھتے تھے؟ تو ہماری ماں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب گھر میں ہوتے تو یہی دعا زیادہ پڑھتے تھے۔ اور گناہوں کے سیلاب پر حکیم الامت کا مشورہ ہے کہ تم کسی جائز کام میں مشغول ہو جاؤ، سبزی خریدنے چلے جاؤ، دوستوں کے ساتھ ملاقات کر لو تو جو بھوت چڑھا ہوا ہے وہ اتر جائے گا۔ اس کو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح بیان کیا ہے ؎

طبیعت کی رَو زور پر ہے تو رُک
نہیں تو یہ سر سے گذر جائے گی
ذرا دیر کو تو ہٹالے خیال
چڑھی ہے یہ ندی اتر جائے گی

نمبر ۴: توکل۔ اللہ کو وکیل بنالو: ﴿رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذۡہُ وَکِیۡلًا﴾ یعنی اللہ تعالیٰ پر توکل کرلو، اس پر اپنے روزانہ کے کاموں میں بھروسہ کرلو، جہاں تسبیح اٹھائی وہیں وسوسے شروع ہو گئے کہ ابھی بیکری جانا ہے، ڈبل روٹی انڈے لانے ہیں اور جب رات کو ذکر کرنے بیٹھے تو رات کے کام یاد آنے لگتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بتادیا کہ میں مشرق کا بھی رب ہوں، جب میں مشرق سے آفتاب طلوع کرسکتا ہوں، جس سے دن بنتا ہے تو کیا تمہیں آٹا اور انڈے ڈبل روٹی نہیں دے سکتا؟ تمہارے دن کے کاموں کے لئے میں کافی ہوں، دن پیدا کرنا زیادہ مشکل کام ہے یا سو پچاس کی ڈبل روٹی کھلانا مشکل کام ہے جس کی تم فکر کرتے ہو۔ اور میں مغرب کا بھی رب ہوں، مغرب میں سورج غروب ہوتا ہے اور رات کا آغاز ہوتا ہے تو اگر رات کو ذکر کرتے ہوئے کوئی وسوسہ آئے تو میں تمہارے رات کے کاموں کے لئے بھی کافی ہوں، آگے ہے لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ غیر اللہ کو دل سے نکالو، جتنا تمہارا لا الٰہ قوی ہوگا اتنا ہی تمہیں اللہ ملتا چلا جائے گا۔

اور نمبر ۵: ستانے والوں کے مظالم پر صبر کرنا۔ ﴿وَاصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ وَاھۡجُرۡھُمۡ ھَجۡرًا جَمِیۡلًا﴾ جب اللہ کے راستے میں آگے بڑھو گے تو لوگ طعنے دیں گے، کوئی ملّا کہے گا، کوئی دقیانوس کہے گا، کہیں ماں باپ ظالم بن جائیں گے، ان کی مار بھی برداشت کرلینا، لوگوں کے طعن و تشنیع پر بھی صبر کا دامن نہ چھوڑنا۔

نہیں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا
انہیں کا انہیں کا ہوا جا رہا ہوں

خوبصورتی کے ساتھ ان سے الگ ہو جانا یعنی کوئی تعلق نہ رکھنا اور خوبصورتی یہ ہے کہ نہ ان کی شکایت کرنا اور نہ انتقام کی فکر میں پڑنا، جو مخلوق میں پھنس گیا اس کو خالق کیسے ملے گا؟ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مَنْ یَّنْظُرُ اِلٰی مَجَارِیْ الْقَضَآءِ لَا یُفْنِیْ اَیَّامَہٗ بِمُخَاصَمَۃِ النَّاسِ جس کی نظر اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر ہوتی ہے وہ اپنے دن ورات کو مخلوق کے جھگڑوں میں ضائع نہیں کرتا۔

تہجد اور تلاوت کے مشکل اسباق پہلے بیان کرنے کی توجیہ

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال قائم کرتے ہیں کہ قیام لیل اور تلاوتِ قرآن تو سب سے آخر کے اسباق ہیں انہیں اللہ نے پہلے بیان فرمایا یعنی جو اللہ تک پہنچ جاتا ہے اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ راتوں کا قیام اور تلاوتِ قرآن کا ہو کر رہ جاتا ہے، تو انتہائی سبق کو پہلے اور ابتدائی سبق کو بعد میں کیوں بیان کیا؟ ذکر اور تبتّل اور توکل کو بعد میں بیان کیا۔ یہ کیا بات ہے؟ اس کا جواب یہ دیا کہ چونکہ جس پر قرآن نازل ہو رہا تھا وہ منتہی مقام پر تھے، سرکارِ دوعالم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رعایت سے قیام لیل اور تلاوتِ قرآن جو آخری اسباق ہیں انہیں پہلے بیان کیا گیا کہ میرا پیغمبر منتہی ہے بلکہ کامل درجہ کا منتہی ہے اس کا سبق پہلے اور ہم امتیوں کے لئے جو سبق تھا وہ بعد میں بیان کیا گیا۔

علمائے ربانیین کے ادب کا ثبوت

دوسری آیت جو میں نے خطبہ میں تلاوت کی تھی کہ:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَہُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللہُ قُلُوْبَہُمْ لِلتَّقْوٰی ط﴾

(سورۃ الحجرات: آیۃ ۳)

جو لوگ میرے نبی کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھتے ہیں یعنی میرے نبی کا ادب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو اپنی محبت کے لئے، اپنی دوستی کے لئے منتخب کرلیتا ہے، چُن لیتا ہے، خالص کرلیتا ہے۔ علماء اور مشایخ فرماتے ہیں کہ نبی کے ادب پر یہ انعام مل رہا ہے، اس عمل میں جہاد نہیں ہے، گردن نہیں کٹتی، خون نہیں بہتا، اور کوئی تہجد، کوئی زبردست عمل، کسی حج، کسی عبادت کا تذکرہ نہیں ہے، صرف نبی کے ادب پر اتنا بڑا انعام نازل ہورہا ہے کہ جن لوگوں نے میرے نبی کا ادب کیا اللہ نے ان کے دلوں کو اپنی محبت اور اپنی دوستی کے لئے منتخب کرلیا۔ مفتی اعظم مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ علمائے دین اور دینی مقتداؤں کے ساتھ بھی یہی ادب ملحوظ رکھنا چاہیے، جتنا ادب نبی کا ہے اتنا ہی ادب علمائے ربانیین یعنی اللہ والے عالموں کا بھی ہے کیونکہ وہ وارثین انبیاء ہیں۔ (معارف القرآن: ج ۸ ص ۱۰۰)

صحابیٔ رسول اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کا عشقِ الٰہی

مفسرِ عظیم علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کے استدلال میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے قرآن شریف پڑھنے جایا کرتے تھے، جن کا لقب سید القرأ ہے۔ حضرت اُبیّ رضی اللہ عنہ اتنے بڑے قاری ہیں، قرآن کے اتنے بڑے ماہر ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ان کے شاگرد ہیں۔ ان کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام لیا ہے تو ان کو یقین نہیں آیا اور خوشی کے مارے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔ اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رئیس القراء حضرت اُبیّ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے سورۂ بیّنہ کی تلاوت کروں، سورۂ بیّنہ پڑھ کر سناؤں:

((اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ قَالَ اللّٰهُ سَمَّانِیْ لَكَ ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَقَدْ ذُکِرْتُ عِنْدَ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؟ قَالَ نَعَمْ فَذَرَفَتْ عَیْنَاهُ (وَفِیْ رِوَایَةٍ) اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَیْكَ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا قَالَ وَسَمَّانِیْ ؟ قَالَ نَعَمْ فَبَکٰی ۔ متفق علیہ))

(مشکوۃ المصابیح : (قدیمی)، کتاب فضائل القرآن، ص ۱۹۰)

توحضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام لیا ہے۔ یہ سن کر ان کی آنکھیں بہہ پڑیں یعنی اشکبار ہوگئیں کہ ہم غلاموں کا ذکر مولیٰ کے دربار میں ہوا ہے ؎

ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آنسو خوشی کے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے یا اس خوف سے تھے کہ اس عظیم نعمت کے شکر سے میں قاصر ہوں ۔ (مرقاۃ المفاتیح: جلد ۵ ص ۷۶) اس سے ثابت ہوا کہ اسلام اصل میں عشق کا نام ہے، اگر اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ عشق سے نا آشنا ہوتے تو کبھی نہ روتے ۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنے استاد کا ادب کرنا

توحضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت اُبیّ رضی اللہ عنہ سے قرآن شریف پڑھتے تھے، قرأت سیکھنے جایا کرتے تھے، جب معلوم ہوجاتا کہ حضرت اُبیّ رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں ہیں تو یہ دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے تھے بلکہ اپنے استاد کے باہر آنے کا انتظار کرتے تھے۔ اب جب اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ اطمینان سے سوکر یا وضو کر کے دروازہ کھولتے تو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دروازہ پر بیٹھا دیکھتے ۔ آہ! نبی کے چچا کے بیٹے حضرت اُبیّ رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر بیٹھے ہیں ۔ فَاسْتَعْظَمَ ذٰلِكَ اُبَیٌّ مِنْهُ فَقَالَ لَهٗ یَوْمًا هَلَّا دَقَقْتَ الْبَابَ یَا ابْنَ عَبَّاسٍ ؟ ایک دن

اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابن عباس! اے میرے نبی کے چچا کے بیٹے! تمہیں یوں بیٹھا دیکھ کر مجھے تکلیف ہوتی ہے، تم دروازہ کھٹکھٹا دیا کرو، میں جلدی نکل آیا کروں گا فَقَالَ: اَلْعَالِمُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ انہوں نے عرض کیا کہ ایسا نہیں ہوسکتا، میں خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کرسکتا، سورۂ حجرات میں نبی کے لئے جو آداب ہیں وہی آداب آپ علمائے ربانین کے لئے بھی ہیں، آپ اللہ کے دین کے عالم ہیں، نائبِ رسول ہیں، لہٰذا میں ہمیشہ آپ کا ادب ہی کروں گا، کبھی دروازہ نہیں کھٹکھٹاؤں گا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ○﴾

(سورۃ الحجرات: آیۃ ۴)

اے نبی! جو لوگ آپ کو آپ کے حجرہ کے باہر کھڑے ہوکر آوازیں دیتے ہیں یہ بے عقل لوگ ہیں۔ تو ہم بے عقلی کا کام نہیں کریں گے کہ دروازہ کے باہر سے آپ کو پکاریں، میں اس خیر میں آنا چاہتا ہوں جس کی اللہ نے تعریف کی ہے: وَلَوْ اَنَّھُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْھِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ کہ اگر یہ صبر کرتے، آپ کے باہر آنے کا انتظار کرتے تو یہ ان کے لئے خیر کی بات ہوتی۔ تو میں اس خیر کو کیسے چھوڑ دوں؟ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَ قَدْ رَاَیْتُ ھٰذِہِ الْقِصَّۃَ صَغِیْرًا فَعَمِلْتُ بِمُوْجَبِھَا مَعَ مَشَائِخِیْ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی ذٰلِکَ میں نے اس قصہ کو بچپن میں پڑھا تھا، اس کے بعد میں نے اپنے تمام اساتذہ کے ساتھ ادب کا یہی معاملہ کیا اور اس پر میں اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہوں۔

(روح المعانی: (رشیدیہ)، ج ۲۶ ص ۴۱۲)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب کا انعام

تو میں یہ عرض کررہا ہوں کہ بزرگوں کا ادب، اللہ والوں کا ادب ہمیں بعض اوقات اس مقام پر پہنچا دیتا ہے کہ سو برس کے تہجد سے اس مقام پر

نہیں پہنچ سکتے، قرآن سے اس کی دلیل پیش کرتا ہوں کہ جن لوگوں نے نبی کا ادب کیا، ان کے سامنے آہستہ آواز سے بولے، زور زور سے گفتگو نہیں کی، جیسے آپس میں زور زور سے ہنستے ہیں۔ شیخ کے سامنے بھی اس طرح سے ہنسنا یا اس طرح کی حرکتیں کرنا جو آپس میں کرتے ہیں، یہ طریق کے آداب کے خلاف ہے۔ تو ادب کی برکت دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَہُمْ لِلتَّقْوٰی ہم نے ان کے دلوں کو اپنی محبت کے لئے، اپنی دوستی کے لئے، ولایت کے لئے، ولی بنانے کے لئے منتخب کرلیا، چھانٹ لیا، چن لیا، خالص کرلیا۔

اب علماء حضرات سے گذارش کرتا ہوں کہ اِمْتَحَنَ اللّٰہُ کے کیا معنی ہیں؟ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ بیان القرآن میں فرماتے ہیں کہ اِمْتَحَنَ کے معنی اَخْلَصَ کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ادبِ رسول کی برکت سے اپنے لئے منتخب کرلیا، خالص کرلیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اِمْتَحَنَ کے معنی یہاں اَخْلَصَ کیوں ہیں؟ تو بات یہ ہے کہ قرآن عربوں کے محاورہ پر نازل ہوا ہے، لہٰذا علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب عرب کے لوگ سونے کو آگ میں ڈال کر میل کچیل اور گندگی سے صاف کرلیتے تھے تب اس طرح کہتے تھے اِمْتَحَنْتُ الذَّھَبَ بِالنَّارِ ہم نے سونے کو خالص کرلیا، اب اس محاورۂ عرب پر قرآن نازل ہوا لہٰذا مفسرین لکھتے ہیں اِمْتَحَنَ معنی میں اَخْلَصَ کے ہے یعنی ہم نے ان کے دلوں کو اپنے لئے خالص کرلیا، تو اللہ جس کے دل کو اپنے لئے خالص کرلے گا اس میں کون ملاوٹ کرسکتا ہے؟

بتاؤ! جس کو اللہ تعالیٰ اپنے لئے خالص کرنے کا ارادہ کرلے اس میں کوئی ملاوٹ ڈال سکتا ہے؟ جس کو خدا اپنا بنالے اس کو کوئی اور اپنا بنا سکتا ہے؟ ساری دنیا اس کو اللہ سے نہیں چھین سکتی۔ کیا اللہ کی طاقت کے مقابلہ میں نفس کی طاقت ہے کہ ہمیں خدا سے چھین کر گناہ کرادے؟ کیا شیطان کی طاقت ہے کہ وہ

ہمیں اللہ کے دست و بازوئے حفاظت سے چھین لے؟ یعنی کیا شیطان ونفس کو طاقت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حفاظتی ہاتھوں سے ہمیں چھین لے؟ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ جس کو اپنی حفاظت کے لئے قبول فرمائیں اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، تجارت اور مال ودولت بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے، اگر وہ کوئی تجارت کرنا چاہے گا تو اللہ اس کو اس سے چھڑا لیں گے، اگر وہ سلطنت کی طرف بھی مائل ہوگا تو حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اللہ تعالیٰ اس کو اس سے چھڑا لیں گے۔

توسورۂ حجرات کی اس آیت میں ادب پر اتنا بڑا انعام ملا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے دلوں کو اپنے لئے منتخب کرلیا، تو آپ بھی اپنے دلوں کو اللہ کی دوستی کے لئے منتخب کرا سکتے ہیں، آج بھی ہمارا دل اللہ تعالیٰ کے لئے منتخب ہوسکتا ہے۔ اب نبی تو ہمیں نہیں مل سکتے کہ ہم ان کا ادب کریں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت کا اتباع کرنا، ان کی سنت کا ادب کرنا بھی ان کے ادب میں شامل ہے۔ کسی کے گھر میں تصویر ہے، پلاسٹک کی بلی یا پلاسٹک کا کتا رکھا ہوا ہے تو ان چیزوں کو گھروں سے نکال دو، یہ بھی نبی کا ادب ہے کیونکہ یہ نبی ہی کا حکم ہے کہ جہاں تصویر ہوتی ہے وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ یہ مت دیکھو کہ صاحب یہ تو بیوی کو جہیز میں ملا ہے، بیوی سے کون لڑے جبکہ وہ تگڑی بھی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مر ہی جاؤں۔ ایک گھر میں میاں بیوی کی لڑائی ہو رہی تھی، شوہر نے تنگ آ کر کہا یا تو میں مر جاؤں یا...... ابھی یہیں تک کہا تھا کہ بیوی نے لوہے کی اتنی بڑی چمٹی اٹھائی اور کہا اور یا کیا؟ اس نے کہا اور یا بھی میں ہی مر جاؤں۔

ادب کے دو واقعات

لیکن دوستو! بیوی سے مت ڈرو، اللہ کے نبی کے فرمان کو گھروں میں جاری کرو، یہ بھی نبی کا ادب ہے۔ اسی طرح نائبِ رسول، اللہ والے علماء کا

ادب کرنا بھی نبی ہی کے ادب میں شامل ہے، یہ بات مفتی اعظم پاکستان نے اپنی تفسیر میں لکھی ہے کہ اللہ والے علماء کا ادب کرنا نبی ہی کے ادب میں شامل ہے، لہٰذا آج بھی اپنے بزرگوں کا ادب کرکے یہ مقام حاصل کیا جاسکتا ہے۔ میرے شیخ حضرت ہردوئی دامت برکاتہم حضرت والا مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ سفر میں تھے، تو میرے شیخ سے کسی نے پوچھا کہ کیا حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب آپ کے ساتھ آئے ہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ نہیں، حضرت میرے ساتھ نہیں آئے ہیں، میں حضرت کے ساتھ آیا ہوں، یہ ہے ادب!

چنانچہ ایک مرتبہ امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ایک لکڑہارا دریا کے کنارے وضو کررہے تھے اور دریا کے بہاؤ کے ساتھ اس مزدور کے پسینہ والا پانی امام صاحب کی طرف جارہا تھا تو وہ اٹھ کر کے دوسری طرف بیٹھ گیا، اس نے اپنے دل میں سوچا کہ اتنا بڑا عالم، اللہ والا اس کی بے ادبی ہوجائے گی اگر میرا وضو والا پانی اُدھر جائے گا، میں اس طرف بیٹھ جاتا ہوں تاکہ ان کا پسینہ اور ان کی مٹی ہم کو لگے، میرا پسینہ اور مٹی ان کو نہ لگے۔ بعد انتقال کے اس کو کسی نے خواب میں دیکھا، پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا کیا معاملہ کیا؟ کہا کہ میرے پاس کوئی عمل نہ تھا، اس پر مغفرت ہوئی کہ تو نے ہمارے مقبول بندہ احمد ابن حنبل کا ادب کیا تھا، ہمیں یہ پسند آیا۔ اسی واسطے حدیث میں آیا ہے کہ:

((لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا۔ (رواہ مسلم)؛ (وفی روایۃ) اَلْمَعْرُوْفُ لَازِمٌ لِّاَهْلِهٖ يَقُوْدُهُمْ وَيَسُوْقُهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمُنْكَرُ لَازِمٌ لِّاَهْلِهٖ يَقُوْدُهُمْ وَيَسُوْقُهُمْ اِلَى النَّارِ))

(مشکوٰۃ المصابیح: باب فضل الصدقۃ، ص ۱۶۷، کنز العمال: ج ۶ ص ۱۸۸ رقم ۱۶۴۳۹)

کسی نیک عمل کو حقیر نہ سمجھنا، ہر نیک عمل میں خاصیت مغفرت کی ہے۔ اسی طرح ہر گناہ میں خاصیت عذاب کی ہے چاہے چھوٹا ہو، چاہے بڑا ہو۔

بس بھئی! اب دعا کر لیجیے۔ یہی دعا کر لیں کہ اے اللہ! نفس وشیطان ہمیں دبوچے ہوئے ہیں، ہمیں آپ کا نہیں بننے دے رہے ہیں، آپ اپنی رحمت سے اور ہمارے اکابر کی برکت سے جن کے دامن ہم نے پکڑے ہیں، ہم سب کو تمام جسمانی اور روحانی بیماریوں سے شفا عطا فرمائیے، اس وقت جو اس آیتِ مبارکہ میں ادب کے مضمون پر بیان ہوا، اسے قبول فرما لیجیے اور آپ جن بندوں کو اپنی محبت کے لئے، اپنی نسبت کے لئے، اپنے تعلق مع اللہ کی دولت کے لئے منتخب فرماتے ہیں ان میں ہم سب کو بھی شامل فرما لیجیے اگرچہ ہم نالائق ہیں لیکن اے اللہ تعالیٰ! آپ تو لائق ہیں، آپ تو کریم ہیں، آپ اپنے کرم سے ہمیں لائق بنا کر وہ تمام نعمتیں عطا فرما دیجئے جو آپ اپنے اولیاء کو عطا فرماتے ہیں۔ آمین یا رب العالمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَآ
اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى
خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ









ایک درد بھری نصیحت

دیکھو! کبھی تڑپتے ہوئے دل سے سجدہ میں اللہ سے رو لو کہ یا اللہ! قیامت کے دن رُسوا نہ فرمانا، معافی مانگ لو، ان شاء اللہ دیکھنا پھر کیا ملتا ہے، آپ کو دل میں پتا چل جائے گا کہ میری معافی ہوگئی، دل میں ٹھنڈک آجائے گی، دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آجائے گی کہ میں نے تم کو معاف کردیا مگر اس میں حروف نہیں ہوں گے، اللہ کی آواز محتاجِ حروف نہیں ہے، دل میں ٹھنڈک آجائے گی اور اطمینان اور سکینہ نازل ہوجائے گا اور معلوم ہوجائے گا کہ واقعی اللہ تعالیٰ کو ہم پر رحم آگیا۔ اس پر میرا شعر دیکھو کتنا عمدہ ہے ؎

زمینِ سجدہ پر ان کی نگاہ کا عالم
برس گیا جو برستا تھا مرا خونِ جگر

ایک جغرافیہ فرض کرو کہ ایک بندہ سمندر کے کنارے اکیلا ہے، وہاں اور کوئی نہیں ہے، بس آسمان ہے اور وہ ہے ؎

آہ را جز آسماں ہمدم نبود
راز را غیرِ خدا محرم نبود

میری آہ کا آسمان کے سوا کوئی ساتھی نہیں ہے اور میری محبت کے راز کا سوائے اللہ کے کسی کو علم نہیں ہے، وہ بندہ اکیلا رو رہا ہے اور زمین پر اس کے آنسو گر رہے ہیں، تو اللہ کو اس پر کتنا پیار آئے گا؟ اگر بچہ رو رہا ہو تو باپ بچہ کے آنسوؤں کو بھی پیار کرلیتا ہے۔ تو یہ تو مخلوق کی رحمت ہے پھر حق تعالیٰ کی رحمت اپنے عاشقوں کے اشکِ ندامت کو کتنا پیار کرتی ہے۔

(مواعظ اختر نمبر ۱۷: محبت الٰہیہ کا موتی کون پاتا ہے؟ صفحہ ۴۰)

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارۂ تالیفاتِ اختریہ
hazratmeersahib.com